کردار سازی کے موضوع پر امام ابن حزم کی الأخلاق والسیر کا اردو ترجمہ

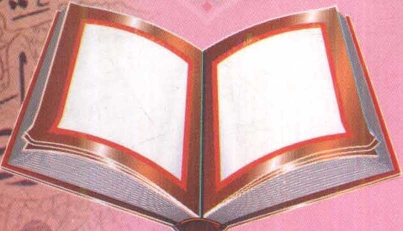

حاصل زندگی

تالیف:

امام ابو محمد علی بن احمد بن حزم رحمہ اللہ

ترجمہ:

ڈاکٹر عبدالرحمن یوسف

ح

مع تحیات

لجنة المساجد، کوجرانوالا

فون نمبر 055-3733934-3735977

بسم اللہ الرحمن الرحیم

معزز قارئین توجہ فرمائیں!

کتاب وسنت ڈاٹ کام پر دستیاب تمام الیکٹرانک کتب ....

- عام قاری کے مطالعے کے لیے ہیں۔
- مجلس التحقیق الاسلامی کے علمائے کرام کی باقاعدہ تصدیق واجازت کے بعد آپ لوڈ (Upload) کی جاتی ہیں۔
- دعوتی مقاصد کی خاطر ڈاؤن لوڈ، پرنٹ، فوٹو کاپی اور الیکٹرانک ذرائع سے محض مندرجات نشرواشاعت کی مکمل اجازت ہے۔

☆ تنبیہ ☆

- کسی بھی کتاب کو تجارتی یا مادی نفع کے حصول کی خاطر استعمال کرنے کی ممانعت ہے۔
- ان کتب کو تجارتی یا دیگر مادی مقاصد کے لیے استعمال کرنا اخلاقی، قانونی وشرعی جرم ہے۔

﴿اسلامی تعلیمات پر مشتمل کتب متعلقہ ناشرین سے خرید کر تبلیغ دین کی کاوشوں میں بھرپور شرکت اختیار کریں﴾

- نشرواشاعت، کتب کی خرید وفروخت اور کتب کے استعمال سے متعلقہ کسی بھی قسم کی معلومات کے لیے رابطہ فرمائیں۔

kitabosunnat@gmail.com

حاصلِ زندگی

کردار سازی کے موضوع پر امام ابن حزم کی الاخلاق والسیر کا اردو ترجمہ

حاصل زندگی

تالیف:
امام ابو محمد علی بن احمد بن حزم رحمہ اللہ

ترجمہ:
ڈاکٹر عبدالرحمن یوسف

مطبوعات
لجنة المساجد، گوجرانوالا
فون نمبر 3735977-055-3733934
بالمقابل جامع مسجد اتحاد المسلمین اہل حدیث
حمید کالونی گلی 5 گل روڈ گوجرانوالہ

جملہ حقوقِ اشاعت محفوظ ہیں

نام کتاب : حاصلِ زندگی (اردو ترجمہ "الاخلاق والسیر")

مصنف : امام ابو محمد علی بن احمد بن حزم (۳۸۴ھ-۴۵۶ھ)

مترجم : ڈاکٹر عبدالرحمٰن یوسف

سن اشاعت : اگست ۲۰۰۴ھ (طبع اول)

تعداد : ایک ہزار

ناشر : لجنة المساجد، گوجرانوالا

281

ا ب ن ح

ملنے کا پتہ

- ☆ مکتبہ اہلحدیث ٹرسٹ، کورٹ روڈ کراچی
- ☆ جامعہ ستاریہ گلشن اقبال، کراچی
- ☆ اسلامی اکادمی اردو بازار لاہور
- ☆ مکتبہ نور حرم، راشد منہاس روڈ گلشن اقبال کراچی
- ☆ مکتبہ قدوسیہ اردو بازار لاہور
- ☆ دار الفرقان

المكتبة الرحمانية
13827

فہرست مضامین

عرضِ مترجم 13
حیات وخدمات امام ابن حزم رحمه الله 19
پیش لفظ (مصنف) 24

باب نمبر: 1 تزکیۂ نفس اور اخلاق وعادات کی اصلاح

باکمال اور دوسرے لوگوں میں فرق 27
سب سے بہترین کام اور اسے سرانجام دینے کا طریقہ 28
انسانیت کا ہدف اساسی 28
لوگوں کی مختلف اقسام 29
ہدف انسانیت تک رسائی 30

باب نمبر: 2 عقل مندی اور راحت وسکون

خوش قسمتی اور بدنصیبی 35
کون کس جیسا؟ 35
مختلف خوبیوں پر فخر کرنا 36
زندگی کی حقیقت 39
پریشانی سے نجات 39
اہل وننھیال اور ہمسایوں سے تعلقات 39

باب نمبر: 3 علم وعرفان

تحصیل علم کے فوائد 41

علوم کا درجاتی تفاوت.......... 42
نااہل کو تعلیم دینا.......... 42
علم میں بخل کرنا.......... 42
آدمی کو کون سا علم سیکھنا چاہیے؟.......... 42
عظیم ترین علم.......... 43
معیارِ زندگی.......... 43
تعلیمی منصوبہ سازی کی ضرورت.......... 43
محض تجربہ کی غرض سے کام کرنا.......... 43
علم کی انتہا.......... 44
علم میں جاہلوں کی مداخلت.......... 44
ضابطۂ حیات.......... 44
علماء و جہلاء کے فوائد و نقصانات.......... 44
علم اور دولت کے مستحق.......... 45
صحبت و رفاقت.......... 45
علم اور جہالت کا کردار.......... 45
شاذ و نادر صورت حال.......... 46

باب نمبر: 4 اخلاق و کردار

خلاف طبع کام کرنا.......... 48
عظیم سعادت مندی.......... 48
نقصان پہنچانے کا خواہش مند.......... 48
مظلومیت پر صبر کرنا.......... 49
لوگوں کے ساتھ نشست و برخاست.......... 50

محفلوں کے نقصانات 50
کام کرنے میں تاخیر کا نقصان 51
مختلف حالات سے آگاہی 51
تجربات ومشاہدات 51
ذہانت کی حفاظت 52
حکمران اور صاحب منصب لوگ 52
معاونت حاصل کرنے کا اصول 53
شنیدہ بات کی تصدیق وتکذیب 53
قابل اعتماد شخص 53
دنیا کی مثال 54
موت کی حقیقت 54
زندگی سے پہلے کا دور 54
روح اور جسم میں فرق 55
ابلیس کے دو کامیاب حربے 55
بدگمانی 55
مال ودولت کا مصرف 56
جسم اور جان کا مصرف 57
عفت وعصمت 58
عدل وانصاف اور ظلم 58
مصنف کی عظمت 58
بدگمانی کرنا ہر موقع پر غلط نہیں 60
مصنف کی حق پرستی وبے باکی 61

ایک غلط فہمی کا ازالہ 61
اپنی خامی سن کر کیا کیا جائے؟ 62
دوستوں کی خامی بیان کرنے والے کے ساتھ مصنف کا رویہ 63
دولت کا مصرف 64
شہرت طلبی 65
تعریف و توصیف کے مختلف انداز 65

باب 5: دوستی اور خیر خواہی

دوست کی ذمہ داریاں 68
دوستی اور عدم دوستی کا معیار 68
معاشرتی اصول 69
آپ بیتی 69
معاشرتی کامیابی کا راز 69
دولت اور منصب کا استعمال 70
درسِ عبرت 70
نصیحت، سفارش اور تحفہ 71
دوستی کی تعریف 71
دوستوں کی قسمیں 71
خیر خواہی کی تعریف 72
دوستی کی انتہا 72
خامی نما خوبی 72
دوست و احباب کا دائرہ وسیع ہونے کے نقصانات 73
خوبی نما خامی 74

نصیحت اور چغل خوری 74

اندازِ نصیحت 76

مروّت اور چشم پوشی 76

دوست اور خود غرض کی پہچان 77

لوگوں سے تعاون کا اصول 77

دوست کی خیر خواہی 78

لوگوں کی تعریف وتنقید 78

دوست کی بیوی کے متعلق سنی گئی بات 78

گھریلو بداخلاقی کی اصلاح کیسے؟ 79

مدح وستائش کے لحاظ سے لوگوں کی مختلف اقسام 80

نصیحت کرنے کا صحیح طریقہ 81

کوئی بھی کام فائدہ سے خالی نہیں ہوتا 81

سسرالی رشتہ قائم کرنے کا اصول 82

باب:6 محبت

محبت کسے کہتے ہیں؟ 84

محبت کی قسمیں 84

محبت کرنے والوں کے مقاصد 85

دیدارِ باری تعالیٰ کے خواہش مند 85

عورتوں سے محبت 86

مختلف چیزوں کی چاہت میں قدرِ مشترک 87

محبت سے متعلق مختلف اقوال وآراء 88

خوش نصیب محبّ 88

محبت اور غیرت 89
محبت کے درجے 89
عورت اور محبت 90
شکلوں کا حسن و جمال اور اس کی اقسام 90

باب نمبر: 7 عادات و خصال

اندازِ زیست میں تبدیلی 93
اسوۂ رسول ﷺ کی ایک جھلک 93
استقامت اور اصرار میں فرق 94
عقل مندی، حماقت اور کم عقلی میں فرق 95
حزم و احتیاط اور مکر و فریب میں فرق 96
خوبیوں اور خامیوں کے عناصر اربعہ 96
دیانت داری اور زہد و قناعت 97
امید اور لالچ 97
رواداری 98
کذب بیانی 98
بات چیت کے لحاظ سے لوگوں کی مختلف اقسام 98
راحت و سکون سے بہرہ ور لوگ 99
دنیا سے بے نیازی کا فائدہ 99
تدبیر کائنات کا عجیب ترین پہلو 99
پریشانیوں کی مثال 100
ایک مشہور مقولے کا تجزیہ 100
لوگوں سے تعاون کا اصول 100

وعظ و نصیحت کے اصول 101
سختی کرنے کا موقع 102
نصیحت کرنے کا ایک لطیف انداز 102
ایک فطری جذبہ 102
قدرت الٰہیہ کے کرشمے 103
بے جا اور غلط خواہشات 104

باب نمبر: 8 بری عادتیں اور ان کا علاج

خود پسندی 106
خامیوں کا علاج 107
لوگوں کو حقیر سمجھنے کا علاج 107
عقلی خود پسندی 108
عملی خود پسندی 108
علمی خود پسندی کا ازالہ 109
خود پسندئ شجاعت 111
خود پسندئ جاہ و حشمت 112
خود پسندئ مال و دولت 113
خود پسندئ حسن و جمال 113
تمام خوبیاں محض عطائے الٰہی ہیں 114
مصنف رحمۃ اللہ علیہ کی آپ بیتی 114
حسب و نسب کا غرور 115
رعایا اور ملازمین سے تعلق 118
خود پسندی کے مختلف اسباب 119

خود پسندی کی ایک عجیب وغریب صورت 120

مصنف رحمۃ اللہ علیہ کا تجزیہ 121

تعجب خیز بات 122

کچھ انوکھے افراد 123

خودستائشی کا نقصان 124

لوگوں کی مدح وتعریف 124

لوگوں کو اپنے حالات سے آگاہ کرنا 124

کون سا کام ترک نہ کیا جائے؟ 125

اگر لوگ آپ سے کسی چیز کی توقع رکھیں؟ 125

حاسد کا ایک عجیب وغریب انداز 125

عقل مند اور بے وقوف کا باہمی تعلق 125

عدل وانصاف 126

توہین اور خیانت 126

احسان جتلانا 126

مال ودولت، جان اور عزت کا باہمی تعلق 127

قیاس کی حقیقت 127

تقلید کا نقصان 127

دولت کی اہمیت 127

اچھائی اور برائی کا معیار 128

رازداری اور حزم واحتیاط کس حد تک! 128

ایک انوکھی بات 128

عدل تک رسائی کس طرح؟ 129

دوست اور دشمن کی پہچان ضروری ہے 129
دولت پر فخر کرنا 129
خاموشی کا فائدہ 130
موقع غنیمت سمجھیں 130
معاشرے کا ظلم وستم 130
ایک عجیب رویہ 130
متضاد چیزوں میں یکسانیت 131
توہم پرستی کا نقصان 131
جھوٹے شخص کی پہچان 131
کن لوگوں میں برائیاں زیادہ پائی جاتی ہیں؟ 131
دشمن سے ملاقات 132
پریشانیوں کی درجہ بندی 132

باب نمبر:9 انسان کی عجیب وغریب عادتیں

ظالم اور مظلوم کا ایک انوکھا انداز 136
غفلت اور تغافل میں فرق 136
صبر وتحمل اور آہ وبکا کس موقع پر؟ 137

باب نمبر:10 راز جوئی، مدح پسندی اور ناموری کی خواہش

اچھی یاد چھوڑنے کی آرزو 140
گزشتہ اقوام کی تاریخ 140
اچھی یاد باقی نہ رہنے کا نقصان؟ 141
احسان کا شکریہ کیسے ادا کیا جائے؟ 142

غلط کام میں محسن کی معاونت؟ 142
حقیقی محسن اور اس کے نمایاں احسانات 142

باب نمبر: 11 علمی محفلیں

تعلیمی محفل میں کس نیت سے بیٹھا جائے؟ 145
مجلس علم میں بیٹھنے کے آداب 145
سوال کرنے کا انداز 146
علمی تعاقب کیسے کیا جائے؟ 146
حقیقی دولت مندی 147
تبلیغ دین کیسے؟ 147
ایک اعتراض اور اس کا جواب 148

* * *

بسم اللہ الرحمن الرحیم

عرضِ مترجم

○ امام ابن حزم رحمۃ اللہ علیہ کی شخصیت علمی حلقوں میں تعارف کی محتاج نہیں ہے تاہم اردو خواں طبقہ میں بطور خاص اور دیگر اہل علم کے ہاں بالعموم پیش نظر کتاب کے حوالے سے انہیں پہچاننے والوں کی تعداد بہت کم ہے۔

○ یہ مختصر کتاب امام موصوف کے اندازِ فکر، نظریہ حیات و کائنات اور ان کی نجی و معاشرتی زندگی کی آئینہ دار ہے۔ اس کتاب میں انہوں نے اپنی ذہانت و فطانت، ہمہ گیریت و جامعیت اور علمی سوچ و بچار کے انمٹ نقوش، خوشی و غم کے مواقع پر اپنا طرز عمل، نشست و برخاست کے متنوع اسالیب، کامیابی و ناکامی کے اسباب و علل، بچپن اور شباب کی کچھ یادیں، عمر رسیدگی اور بڑھاپے کے فکری نتائج و ثمرات اور معاشرے کے نشیب و فراز آئندہ نسلوں کو آگاہ کرنے کے لئے رقم کئے ہیں۔ گویا یہ کتاب ان کے عمر بھر کے ذاتی تجربات و مشاہدات اور فکری کاوشوں کا خلاصہ ہے۔

○ اس کتاب میں امام ابن حزم رحمۃ اللہ علیہ کا بنیادی موضوع اصلاح اخلاق اور معاشرتی روایات کا تجزیہ ہے۔ اصلاح اخلاق کے موضوع پر تصنیف و تالیف کے عام طور سے دو انداز رائج ہیں:

۱- ایک انداز ہمارے قابل فخر اسلاف نے اپنایا ہے جس میں آیات قرآن مجید، احادیث نبویہ اور سلف صالحین کے طرز زندگی میں سے منتخب مواد جمع و ترتیب کے بعد قارئین کے سامنے پیش کیا جاتا ہے۔ یہ انداز امام بخاری (ت:۲۵۶ھ) کی ''الأدب المفرد'' امام ترمذی (ت:۲۷۹ھ) کی ''شمائل ترمذی'' اور حافظ ابن ابی دنیا (ت:۲۸۱ھ) کی تالیفات سے نمایاں ہے۔

۲- دوسرا انداز ایسے مسلم مفکرین اور ارباب قلم نے اختیار کیا ہے جو یونانی فلسفہ اور غیر مسلم ثقافت سے متاثر نظر آتے ہیں جیسا کہ ابن مقفع (ت:۱۴۲ھ)، ابن مسکویہ (ت:۴۲۱ھ)، ابو حیان توحیدی (ت:۴۱۴ھ)، ابن سینا (ت:۴۲۸ھ) اور ابو حامد غزالی (ت:۵۰۵ھ) کی زہد و اخلاق سے متعلقہ تحریروں میں قدرے تفاوت کے ساتھ نظر آتا ہے۔

○ امام ابن حزم رحمہ اللہ نے پیش نظر کتاب میں اسی موضوع پر ایک نئے انداز سے قلم اٹھایا ہے۔ انہوں نے اس تالیف کی بنیاد کتاب و سنت کے راہنما اصولوں کے ساتھ ساتھ اپنے ذاتی تجربات و مشاہدات اور افکار و خیالات پر رکھی ہے۔ اس کتاب میں انہوں نے مندرجہ ذیل گیارہ عنوانات قائم کیے ہیں:

۱- تزکیۂ نفس
۲- عقل مندی اور راحت و سکون
۳- علم و عرفان
۴- اخلاق و کردار
۵- دوستی و خیر خواہی
۶- محبت
۷- عادات و خصال
۸- بری عادتیں اور ان کا علاج
۹- مدح پسندی اور ناموری کی خواہش
۱۰- انسان کی عجیب و غریب عادتیں
۱۱- علمی محفلیں

○ چونکہ امام موصوف نے اس کتاب کی بنیاد ذاتی تجربات و مشاہدات پر رکھی ہے اس لئے جہاں انہیں اس کی ترتیب و تدوین میں خاصا وقت لگانا پڑا وہاں یہ کتاب اس لحاظ

سے غیر مرتب معلوم ہوتی ہے کہ اس میں کچھ موضوعات مکرر نظر آتے ہیں۔ تاہم ان کی یہ کاوش انتہائی قیمتی اور وقیع ہے۔

○ امام ابن حزم رحمۃ اللہ علیہ کے علمی مرتبہ کے علاوہ اس کتاب کے مضامین اور مواد کا تنوع ہی میرے لئے اسے اردو زبان میں لانے کا موجب بنا۔ بالخصوص مصنف کے یہ الفاظ اس میں مزید دلچسپی کا باعث بنے۔ وہ فرماتے ہیں کہ:

> ”میں نے اسے احاطۂ تحریر میں لانے کے لئے عمر کا بیشتر حصہ صرف کیا ہے، دنیا کے مال ومتاع اور خواہشاتِ نفس کو پس پشت ڈال کر ان معلومات پر غور وخوض کو ترجیح دی ہے۔ میں نے اس کتاب میں اپنے تمام تر تجربات جمع کر دیئے ہیں، میری یہ خواہش ہے کہ اس کاوش اور محنت کے ذریعے اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو زیادہ سے زیادہ فائدہ پہنچائے۔ اس میں اگرچہ مجھے بذاتِ خود انتہائی غور وخوض سے کام لینا پڑا اور یہ میرے لئے جاں گسل بھی ثابت ہوئی، لیکن میں اسے لوگوں کے لئے بلا مشقت حاصل ہونے والے خوش گوار تحفہ کے طور پر پیش کر رہا ہوں۔ ممکن ہے اسے غور سے پڑھنے اور اس پر عمل پیرا ہونے والوں کے لئے یہ باتیں بیش بہا خزانہ اور زندگی کی متاعِ عزیز ثابت ہوں۔“

○ جہاں اس کتاب کا بیشتر حصہ ذاتی تجربات ومشاہدات اور افکار وخیالات پر مبنی ہے، وہاں اس کے کچھ حصے کا مصدر ومنبع کتاب وسنت بھی ہے، لیکن چونکہ مصنف نے کتاب وسنت کا گہرا اور وسیع علم ہونے کے باوجود اس کے لئے کتاب وسنت سے استدلال واستناد کی راہ اختیار نہیں کی اس لئے حاشیہ میں ان کے خیالات کو کتاب وسنت سے مربوط کرنے سے گریز کیا گیا ہے۔ ان کے نقطۂ نظر کو قارئین کے سامنے آزادانہ پیش کرنے کی غرض سے کچھ باتیں قابل تبصرہ ہونے کے باوجود ان پر تبصرے کی جسارت نہیں کی گئی۔

○ اس کتاب کے ترجمہ میں ترجمانی کا انداز اختیار کیا گیا ہے، ممکن ہے کچھ ایسی

باتیں بھی سامنے آئیں جن کی صحیح ترجمانی کرنے سے میرا قلم قاصر رہا ہو۔ ان کے بارہ میں معزز قارئین، بالخصوص اربابِ علم وفضل سے امید ہے کہ وہ اس سلسلہ میں میری راہنمائی فرمانے میں کوئی دقیقہ فروگزاشت نہیں کریں گے، میں بھی ایسے احباب کا تہہ دل سے شکر گزار رہوں گا۔

○ نہ تو میں عربیت میں اعلیٰ ذوق کا مالک ہوں اور نہ ہی اس زبان میں تحریر شدہ گوہر ہائے تاب دار کو کسی غلطی کے بغیر سمجھنے کا دعویٰ رکھتا ہوں۔ اگر اس کتاب کی ترجمانی کا کسی قدر حق ادا ہوا ہے تو وہ محض توفیق الٰہی کا فیض ہے یا پھر اساتذۂ کرام کی راہنمائی اور مخلص دوست واحباب کی حوصلہ افزائی کا ثمرہ ہے۔

○ اردو ترجمہ کے لئے ۱۹۷۸ء میں ''دار الآفاق الجدیدہ، بیروت'' سے شائع ہونے والا ایڈیشن استعمال کیا گیا ہے۔ ترجمہ کرتے وقت یہ اکیلا ایڈیشن ہی دستیاب ہو سکا، اس ایڈیشن میں معمولی پیرابندی کے علاوہ کسی قسم کا ایسا اقدام نہیں کیا گیا جو اسے آسان فہم اور کثیر الفائدہ بنا دے۔

○ اس ترجمہ میں ذیلی عنوانات اپنی طرف سے قائم کر دیئے ہیں، تاکہ اس کو سمجھنا آسان ہو جائے اور اس سے استفادہ کی راہ مزید ہموار ہو جائے۔

○ اس کا عربی ایڈیشن بھی اسی طرز پر لانے کا عزم کر چکا تھا کہ اس کا نیا ایڈیشن دیکھنے میں آیا جو بیروت ہی سے ''دار ابن حزم'' کی طرف سے ۲۰۰۰ء میں شائع ہوا ہے، اس میں پیش لفظ کا اہتمام ایک اسکالر ''عبدالحق ترکمانی'' نے کیا ہے اور تحقیق کا کام ایک فرانسیسی عورت "EVA RIAD" کی کاوش ہے۔ اس میں بھی ذیلی عنوانات نہیں ہیں، البتہ نمبرنگ کے ذریعے ہر مضمون کی پیرابندی کر دی گئی ہے۔ موصوفہ نے اس پر فرانسیسی زبان میں تحقیقی وتنقیدی نوٹ لگا کر اور ابن حزم کے ''نظریہ ظاہریت'' پر تبصرہ کر کے ۱۹۸۰ء میں اپسالا یونیورسٹی سے پی ایچ. ڈی کی ڈگری حاصل کی ہے۔

○ پیش لفظ میں ''عبدالحق ترکمانی'' نے اس کتاب کے مضامین پر روشنی ڈالنے کی

کوشش کی ہے، اس کے بعد انہوں نے اپنے ہی قلم سے ’’مقدمہ تحقیق‘‘ کے عنوان سے محققہ کے نسخہ کے خدوخال واضح کیئے ہیں۔ جسے اپسالا یونیورسٹی نے شائع کیا تھا، اسی اثناء میں محققہ نے جن قلمی نسخوں کو سامنے رکھ کر اس کتاب کو ایڈٹ کیا تھا ان کی نقشہ کشی کی گئی ہے۔ ان میں ’’ازہریہ، سلیمانیہ، ظاہریہ أ، ظاہریہ ب، اور جامعہ استنبول‘‘ کا نسخہ شامل ہیں، دس مختلف سابقہ اشاعتی نسخے اس کے علاوہ ہیں، ان تمام نسخوں پر محققہ کے تبصرے کو مکمل طور پر نقل کیا گیا ہے، ’’عبدالحق ترکمانی‘‘ نے اپنی طرف سے اس کے بعد شائع ہونے والے دو اور ایڈیشن بھی ذکر کیئے ہیں۔

○ یہ کتاب عربی زبان میں معمولی اختلاف کے ساتھ کئی ناموں سے طبع ہوتی رہی۔ ان میں سے ”كتاب الأخلاق والسير“، ”رسالة في مداواة النفوس وتهذيب الأخلاق والزهد في الرذائل“، ”كلمات في الأخلاق و مداواة النفوس“ اور ”الأخلاق والسير في مداواة النفوس“ قابل ذکر ہیں۔

○ اس کتاب کا اردو ترجمہ ’’تزکیۂ نفس‘‘ کے نام سے زیادہ موزوں لگتا تھا۔ لیکن اس کے مشمولات کو پڑھ کر قاری اس نتیجے پر پہنچتا ہے کہ اس میں امام موصوف نے زیادہ تر اپنے ذاتی تجربات زندگی اور پند ونصائح ذکر کی ہیں۔ بعض دوستوں کے مشورہ کے بعد اس کا نام ’’حاصل زندگی‘‘ رکھا گیا ہے، جن میں مشہور صحافی جناب طاہر نقاش کا نام سر فہرست ہے۔

○ اس کتاب کے اردو ترجمہ کی تکمیل اور کمپوزنگ کے بعد بھی اپنے دائرہ معلومات کی روشنی میں اور کئی دوست واحباب کے استفسار کی بنا پر میں یہی سمجھتا رہا کہ یہ کتاب انتہائی گم نام ہے۔ لیکن اس کے حالیہ عربی ایڈیشن کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ کتاب انتہائی مقبول ومتداول ہے۔ اس بات کا اندازہ اس چیز سے لگایا جا سکتا ہے کہ یہ کتاب نہ صرف تیرہ مختلف ناشرین کی طرف سے عربی میں شائع ہو چکی ہے، بلکہ ہسپانوی، فرانسیسی اور انگریزی زبانوں میں اس کے تراجم بالترتیب ۱۹۱۶ء، ۱۹۶۱ء اور ۱۹۹۰ء میں

زیور طبع سے آراستہ ہو کر قارئین سے داد تحسین پا چکے ہیں۔

○ میں ان تمام احباب کا شکر گذار ہوں جو اس کتاب کو منظر عام پر لانے میں میرے معاون رہے۔ ان میں برادر عزیز جناب عبیدالرحمٰن محسن سرفہرست ہیں' انہوں نے اس کتاب کے جستہ جستہ مقامات پر نظر ثانی فرما کر اس کی تسہیل میں نمایاں کردار ادا کیا۔ اسی طرح محترم حافظ عبداللہ حسین آف کراچی' جناب عارف جاوید محمدی آف کویت اور لجنۃ المساجد گوجرانوالہ کے کارپردازان بھی شکریہ کے مستحق ہیں کہ انہوں نے اس کی کمپوزنگ اور پرنٹنگ میں نمایاں کردار ادا کیا اور اسے معیاری انداز میں شائع فرما کر میری حوصلہ افزائی کی۔

جزاهم الله عن و عن جميع المسلمين خيرا۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ اس معمولی کوشش کو ہم سب کے لیے اپنی رضا کا باعث اور آخرت کی کامیابی کا ذریعہ بنائے۔ آمین۔

وآخر دعوانا ان الحمدلله رب العالمين

عبدالرحمٰن یوسف

044-4870162

امام ابن حزم رحمۃ اللہ علیہ

(حیات وخدمات)

نام ونسب

امام ابو محمد علی بن احمد بن سعید بن حزم بن غالب بن صالح بن خلف بن معد بن سفیان بن یزید رحمۃ اللہ علیہ۔

پیدائش

امام موصوف ۳۰ رمضان ۳۸۴ھ کو قرطبہ میں پیدا ہوئے۔

خاندان

امام ابن حزم رحمۃ اللہ علیہ کو یہ شرف حاصل ہے کہ ان کے والد منصب وزارت پر فائز رہے، موصوف خود بھی منصب وزارت وحکومت سے سرفراز ہوئے لیکن انہوں نے کچھ دیر بعد اپنی زندگی کا رخ بدل لیا اور حیات مستعار کا مرکز ومحور تعلیم وتعلم اور تصنیف وتالیف کو بنا لیا۔

علمی مقام ومرتبہ

شہزادگی سے ہٹ کر سادگی کا رخ کرتے ہوئے امام موصوف نے دنیائے علم ودانش میں اس قدر بلند مقام حاصل کیا کہ نہ صرف عالم اسلام میں نامور فقیہ، حافظ حدیث اور

محقق کی حیثیت سے مشہور ہوئے بلکہ قرآن وسنت کے صاف وشفاف چشموں سے سیراب ہوکر اجتہاد واستنباط کے درجہ پر بھی فائز ہوئے اور علمی حلقوں میں مجتہدانہ بصیرت میں اس قدر معروف ہوئے کہ ''ائمہ اربعہ'' سے ہٹ کر بھی ان کے نظریات سامنے آئے جس کے نتیجہ میں ملک اندلس میں ان کے افکار وخیالات پر مبنی مستقل ''مدرسہ فکر'' قائم ہو گیا اور بہت سے لوگ ان کے نظریات کی پیروی کرتے ہوئے ''حزمی'' کے نام مشہور ہوئے۔

امام ابن حزم رحمۃ اللہ علیہ اور دیگر علماء

امام ابن حزم رحمۃ اللہ علیہ کی تصنیفات دلائل و براہین اور اسلوب بیان کے لحاظ سے انتہائی وقیع اور موضوع کے لحاظ سے ازحد متنوع ہیں۔ انہیں پڑھ کر قاری کے سامنے ان کا علمی مقام کھل کر سامنے آجاتا ہے، اور وہ ان کی وسعت معلومات کا اعتراف کیے بغیر نہیں رہتا۔

موصوف علم کلام، علم اصول اور آزادی فکر کی دنیا میں اس قدر عروج پر پہنچ گئے کہ ان کے ہم عصر علماء ان کے نظریات سے بے گانگت اور نامانوسیت محسوس کرنے لگے۔ یہی وجہ ہے کہ کئی علماء نے انہیں ہدف تنقید بنایا، اس کے مقابلہ میں موصوف بھی اپنی قادر الکلامی اور علمی تفوق کے باعث نہ صرف اپنے ناقدین سے نبردِ آزما رہے بلکہ سابقہ ائمہ وفقہاء کے نظریات کو بھی اپنے علمی مرصد سے نشانہ نقد وتمحیص بناتے رہے۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ اس دور کے بیشتر علماء وفقہاء ان کی مخالفت میں متحد گئے۔ ان سے بغض وعداوت کرتے ہوئے انہوں نے حکمرانوں کے سامنے ان کے نظریات کو فتنہ انگیز ثابت کیا اور عوام الناس کو بھی ان کے نزدیک جانے سے روک دیا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ حکومت وقت کی طرف سے ان پر پابندی عائد کردی گئی اور موصوف نے ملک اندلس کے ''لَبلَۃ'' نامی جنگل کا رخ کرلیا۔

موصوف کی زبان اس قدر کاٹ دار تھی کہ اہل علم کے ہاں یہ مقولہ زبان زد ہوگیا ''ابن حزم کی زبان اور حجاج بن یوسف کی تلوار دونوں ایک ہی بطن کی پیداوار ہیں''۔

اساتذہ

۱۔علم حدیث امام یحییٰ بن مسعود سے اخذ کیا۔

۲۔قرطبہ کے مشائخ سے ''فقہ شافعی'' پر دسترس حاصل کی۔

۳۔علم منطق ''محمد بن حسن مذحجی'' جیسی شخصیت سے حاصل کیا۔

تلامذہ

آپ کے شاگردوں کا دائرہ بہت وسیع ہے ان میں سے کئی ایک نے دنیائے علم میں بہت شہرت حاصل کی اور انمٹ نقوش چھوڑے مثلاً:

۱۔نامور مؤرخ محمد بن فتوح رحمہ اللہ۔

۲۔ابوعبداللہ الحمیدی الاندلسی المیورقی رحمہ اللہ، امام ابن حزم رحمہ اللہ کے نظریات کو عام کرنے کے لئے اور ان کی کتابوں کو دور دراز تک پہنچانے میں انہی نے اہم کردار ادا کیا۔ امام حمیدی خود بھی " الجمع بین الصحیحین" جیسی کتاب تصنیف کر کے نامور محدثین میں شمار ہوئے ہیں۔

اولاد واحفاد

امام ابن حزم رحمہ اللہ کو اللہ تعالیٰ نے لائق اولاد سے بھی نوازا۔ ان کے بیٹوں میں امام ابورافع الفضل نامور عالم ومصنف ہیں۔ ابواسامہ یعقوب اور ابوسلیمان المصعب نے بھی اپنے والد کے علمی نظریات کو رواج دینے اور چہار دانگ عالم میں پہنچانے میں کوئی کسر نہ اٹھا رکھی۔

تصنیفات

امام ابن حزم رحمہ اللہ کے صاحب زادے ''ابورافع'' نے بیان کیا ہے کہ ان کے والد کی کتابوں کی تعداد چار سو تک پہنچتی ہے جن کے صفحات کی تعداد اسی ہزار ہے، ان میں چند مشہور کتابیں یہ ہیں:

- ○ مسائل أصول الفقه۔
- ○ الإحكام فی أصول الأحكام۔
- ○ المُحلّٰی بالآثار فی شرح المحلّٰی بالاختصار (یہ کتاب ''ظاہری'' مذہب کے مطابق لکھی گئی)۔
- ○ كتاب التقريب فی حدود المنطق۔
- ○ كتاب الفِصَل فی المِلَل والنّحل۔
- ○ اظهار تبديل اليهود والنصاریٰ للتّوراة والإنجيل۔
- ○ طوق الحمامة فی الألفة والألّاف۔

مندرجہ بالاتمام ترتصنیفات زیورطبع سے آراستہ اورمقبول عام ہیں۔

- ○ شرح حديث الموطا والكلام على مسائله۔
- ○ الجامع فی حد صحيح الحديث۔
- ○ التلخيص والتخليص فی المسائل النظرية و فروعها التی لانص عليها فی الكتاب والحديث۔
- ○ منتقى الاجتماع۔
- ○ الإمامة والخلافة فی سير الخلفاء و مراتبهم۔
- ○ كتاب أخلاق النفس۔
- ○ كتاب كشف الإلتباس مابين الظاهر و أصحاب القياس۔
- ○ الإيصال الى فهم الخصال الجامعة لجمل شرائع الإسلام فی الواجب والحلال والحرام و سائر الأحكام على ما أوجبه القرآن والسنة والإجماع۔

(اس کتاب میں صحابہ، تابعین اورائمہ کرام کے چارصدیوں پر محیط فقہی مسائل بادلیل ذکر کیے گئے ہیں)

○ كتاب مداواة النفوس۔ (اسی کتاب کا اردو ترجمہ پیش خدمت ہے) یہ کتاب الأخلاق والسير کے نام سے بھی مشہور ہے۔

○ الإجماع و مسائله۔

○ مراتب العلوم و كيفية طلبها و تعلق بعضها ببعض۔

○ نقط العروس (یہ انتہائی مفید کتاب ہے اس میں مصنف نے نادر و نایاب علمی نکات جمع کیے ہیں)

○ كتاب حجة الوداع۔

علم تفسیر اور ناسخ منسوخ سے متعلق بھی ان کی کتابیں موجود ہیں۔

وفات

ان کی وفات ملک اندلس کے صوبہ "لَبَـلَـۃ" کی مشہور بستی "قتـلیشـم" میں سنہ ۴۵۶ھ بمطابق ۱۰۶۴ء میں ہوئی۔ عليه من الله مغفرة و رضوان۔①

* * *

---

① امام ابن حزم رحمہ اللہ کی سوانح حیات سے متعلق کئی ایک مستقل تصانیف منظر عام پر آ چکی ہیں۔ ان میں سعید افغانی، محمد ابو زہرہ، طٰہٰ حاجری، ابو عبدالرحمٰن بن عقیل ظاہری، ڈاکٹر عبدالکریم خلیفہ، ڈاکٹر زکریا ابراہیم، ڈاکٹر احمد بن ناصر احمد، محمد عبداللہ ابو صعیلیک، ڈاکٹر عبدالحلیم عویس اور مشہور ہسپانوی پادری آسین بلاسیوس کی تالیفات مشہور ہیں۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

پیشِ لفظ

اللہ تعالیٰ کے عظیم احسانات کا لاکھ لاکھ شکر ہے اور اس کے آخری نبی اور رسول حضرت محمد ﷺ پر بیش بہا درود وسلام ہوں۔ میں کسی بھی نیکی کے سرانجام دینے اور برائی سے بچنے کے لئے ساری دنیا سے کٹ کر اسی کی طرف متوجہ ہوتا ہوں۔ دنیا کے تمام ناپسندیدہ اور خوف و ہراس پیدا کرنے والے کاموں سے تحفظ کے لئے اور آخرت کی ہولناکیوں اور تنگیوں سے بچنے کے لئے میں اسی سے مدد کا طلب گار ہوں۔

میں نے پیش نظر کتاب میں ایسی بیش قیمت باتیں ذکر کی ہیں جو مجھے مرورِ زمانہ اور تبدیلی احوال وظروف کے باعث اللہ تعالیٰ کی طرف سے عطا ہونے والی فہم و فراست کی بدولت اور گردش دوران پر غور وفکر اور لوگوں کی گونا گونیت پر تدبر کے نتیجہ میں حاصل ہوئی ہیں۔

میں نے اسے احاطۂ تحریر میں لانے کے لئے عمر کا بیشتر حصہ صرف کیا ہے، دنیا کے مال ومتاع اور خواہشاتِ نفس کو پس پشت ڈال کر ان معلومات پر غور خوض کو ترجیح دی ہے۔ میں نے اس کتاب میں اپنے تمام تر تجربات جمع کر دیئے ہیں، میری یہ خواہش ہے کہ اس کاوش اور محنت کے ذریعے اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو زیادہ سے زیادہ فائدہ پہنچائے۔ اس میں اگر چہ مجھے بذات خود انتہائی غور وخوض سے کام لینا پڑا اور یہ میرے لئے جاں گسل بھی ثابت ہوئی، لیکن میں اسے لوگوں کے لئے بلا مشقت حاصل ہونے والے خوش گوار تحفہ کے طور پر پیش کر رہا ہوں۔ ممکن ہے اسے غور سے پڑھنے والوں اور اس پر عمل پیرا ہونے والوں کے لئے یہ باتیں بیش بہا خزانہ اور زندگی کی

متاعِ عزیز ثابت ہوں۔

میں اللہ تعالیٰ سے دعا گو ہوں کہ وہ مجھے اس نیت کا ثواب عظیم عنایت فرمائے اور اس کاوش کو اپنے بندوں کی سیرت و اخلاق کی اصلاح اور تزکیہ نفس کے لئے مفید بنائے، میں اسی سے مدد کا خواستگار ہوں۔ (آمین)

❖ ❖

باب نمبر: 1

تزکیہ نفس اور اخلاق و عادات کی اصلاح

تزکیۂ نفس اور اخلاق وعادات کی اصلاح

باکمال اور دوسرے لوگوں میں فرق

☐ عقل مند کو عقل سے فائدہ اٹھانے کے ذریعے حاصل ہونے والی لذت، صاحب علم کو اپنی فہم ودانست کے ذریعے ملنے والا سرور، دانا کے دل میں اپنی دانائی کے ذریعہ پیدا ہونے والی فرحت ومسرت اور اللہ کی راہ میں محنت کرنے والے کو اپنی اس محنت کی بنا پر حاصل ہونے والی خوشی اس لذت وسرور کی نسبت کہیں زیادہ ہے جو کھانے والے کو کھانے کے ذریعے، پینے والے کو پینے کے ذریعے، ہم بستری کرنے والے کو ہم بستری کے ذریعے، کمائی کرنے والے کو کمائی کے ذریعے، کھیلنے والے کو کھیل کے ذریعے اور حکمران کو حکمرانی کے ذریعے حاصل ہوتی ہے۔ اس کی دلیل یہ ہے کہ دانا، عقل مند، اور شریعت پر عمل پیرا ہونے والے بھی ان چیزوں سے ایسے ہی محظوظ ہوتے ہیں جیسے ان میں رچ بس جانے والے لطف اندوز ہوتے ہیں اور وہ ان چیزوں کی لذت کو ایسے ہی محسوس کرتے ہیں جیسے انہیں استعمال کرنے والے عام لوگ محسوس کرتے ہیں، دونوں میں فرق صرف یہ ہے کہ اول الذکر ان لذتوں کو ترک کر کے اور انہیں خیر باد کہہ کر کمالات اور خوبیوں کی طلب وجستجو کو ترجیح دے چکے ہوتے ہیں۔ اس کا فیصلہ وہی شخص کر سکتا ہے جو ان دونوں سے آشنا ہو، جو شخص ایک کو جانتا اور دوسری سے ناواقف ہو وہ اس بات کا فیصلہ نہیں کر سکتا ہے۔

سب سے بہترین کام اور اسے سرانجام دینے کا طریقہ

❑ اگر آپ سب کاموں کا پیچھا کریں گے تو سب ہی بگڑ جائیں گے۔

❑ دنیا کے تمام حالات درہم برہم ہو جانے کے بعد آدمی کی سوچ وبچار بالآخر اسے اس نتیجے پر پہنچائے گی کہ اصل کام وہی ہے جسے محض ''اصلاح آخرت'' کی غرض سے کیا جائے۔ اس کی ایک بڑی وجہ یہ ہے کہ اگر آپ کسی آرزو کے حصول میں کامیاب بھی ہو جائیں تو اس کا انجام حزن وملال ہی ہوگا، وہ اس چیز کے چھن جانے کی بنا پر ہو یا اسے ازخود چھوڑنے کی بنا پر۔ ان دو باتوں میں سے ایک کے بغیر کوئی چارہ کار نہیں ہے۔ جب کہ اللہ عزوجل کی رضا کے لئے کئے جانے والے عمل کا انجام فوری طور بھی اور آخرت کے لحاظ سے بھی فرحت وسرور ہوگا۔ فوری طور پر اس طرح کہ جن چیزوں کی وجہ سے لوگ پریشان رہتے ہیں، آپ ان کی بہت کم پروا کریں گے، علاوہ ازیں آپ دوست اور دشمن کے نزدیک قابل تعظیم بھی ہوں گے۔ آخرت کے لحاظ سے اس کا عظیم صلہ ''جنت'' ہے۔

انسانیت کا ہدف اساسی

❑ میں نے اس چیز کو تلاش کرنے کی انتہائی طلب وجستجو کی جسے حاصل کرنے اور مستحسن سمجھنے میں سب لوگ یکساں ہوں۔ تلاش بسیار کے بعد معلوم ہوا کہ وہ ایک ہی چیز ہے اور وہ ہے ''ازالۂ غم''۔

❑ جب میں نے اس پر مزید غور وخوض کیا تو معلوم ہوا کہ سب لوگ نہ صرف اسے مستحسن سمجھنے میں اور اس کی طلب وجستجو میں یکساں ہیں بلکہ وہ صرف اسی کام کے لئے اپنے آپ کو حرکت میں لاتے ہیں جس کے ذریعے انہیں ''تفکرات'' سے بچنے کی توقع ہو۔ وہ اپنی زبان پر بھی وہی بات لاتے ہیں جس کے ذریعے وہ انہیں خود سے ہٹانے کے خواہاں ہوں۔ البتہ کچھ لوگ اس سلسلہ میں راہ راست سے دور ہیں، کچھ

اس کے نزدیک اور کچھ اس پر رواں دواں ہیں۔ مؤخر الذکر لوگ بہت کم کاموں میں اور بہت تھوڑی تعداد میں ہوتے ہیں، یوں کہہ لیجئے کہ ابتداء آفرینش سے یوم حساب تک آنے والے تمام لوگوں کا نصب العین "ازالۂ غم" ہے، اس کے علاوہ کوئی بھی چیز ان کی جدوجہد کا مقصد نہیں ہے۔ اس کے علاوہ جتنے بھی کام ہیں ان کے ساتھ لوگوں کی وابستگی جداگانہ ہے۔

لوگوں کی مختلف اقسام

☐ کچھ لوگ لادین ہونے کی بنا پر کئی کاموں کو مستحسن نہیں سمجھتے، اس لئے وہ آخرت کے لئے عمل نہیں کرتے۔

☐ کچھ لوگ شر پسند ہیں وہ بھلائی، امن اور حق کے خواہاں نہیں ہیں۔

☐ کچھ لوگ شہرت کی نسبت گمنامی کو ترجیح دیتے ہیں۔

☐ کچھ لوگ ایسے بھی ہیں جو سرے سے دولت چاہتے ہی نہیں بلکہ وہ اس کے عدم کو وجود پر ترجیح دیتے ہیں۔ بہت سے انبیا علیہم السلام، کچھ زاہد و عابد اور فلسفہ دانوں کی یہی صورت حال ہے۔

☐ کچھ لوگ فطری طور پر لذتوں کو ناپسند سمجھتے اور انہیں حاصل کرنے والوں کو کم تر شمار کرتے ہیں۔ جیسا کہ ہم نے مال و دولت کے عدم حصول کو اس کے حصول پر ترجیح دینے والوں کا گروہ ذکر کیا ہے۔

☐ کچھ لوگ جہالت کو علم و عرفاں پر ترجیح دیتے ہیں، جیسا کہ اکثر عوام الناس دکھائی دیتے ہیں۔

سب لوگوں کے یہی مقاصد ہیں۔ ان کے علاوہ کسی شخص کا کوئی اور مقصد نہیں ہے۔

یہ کائنات رنگ و بو جب سے وجود پذیر ہوئی ہے، اس کے آغاز سے لے کر اختتام تک کوئی بھی ایسا شخص نہیں آیا جو پریشانی کو بہ نظر استحسان دیکھتا ہو اور اسے ہٹانے کا خواہاں نہ ہو۔

ہدف انسانیت تک رسائی

جب میرے دل میں یہ نکتہ معرفت جاگزیں ہوگیا اور یہ تعجب خیز راز میرے سامنے منکشف ہوگیا اور اللہ تعالیٰ نے میری سوچ و بچار کے سامنے اس خزانے کو روشن کر دیا تو مجھے ”ازالہ غم“ تک پہچانے والی حقیقی راہ معلوم کرنے کی فکر ہوئی۔ تمام تر افراد انسانیت کا یہی منشا و مطلوب ہے، وہ جاہل ہوں یا عالم، نیک ہوں یا بد، سب اسی کے لئے کوشاں ہیں۔

بڑے غور وخوض کے بعد میں اس نتیجے پر پہنچا ہوں کہ وہ راستہ آخرت کے لئے عمل کر کے اللہ عزوجل کی طرف متوجہ ہونے کے علاوہ کوئی اور راستہ نہیں ہے۔

☐ دولت کے طلب گاروں نے اسے اس لئے تلاش کیا کہ وہ اپنے دلوں سے غربت کی پریشانی کو دور کریں۔

☐ شہرت پسندوں نے اس لئے اس کی جستجو کی کہ وہ دلوں پر اس کی چھائی ہوئی فکر کا ازالہ کریں۔

☐ لذتوں کے متلاشیوں نے انہیں اس لئے تلاش کیا کہ وہ اپنے احساس محرومی کو ختم کریں۔

☐ علم کی راہ میں نکلنے والے بھی اس لئے اٹھے کہ وہ فکرِ جہالت کو دور کریں۔

☐ تاریخ سننے کے لئے بھی لوگ اس لئے تیار ہوئے کہ وہ تنہائی اور دنیا کے حالات سے ناواقفیت کے احساس کو دور کریں۔

کھانا کھانے والے، مشروب پینے والے، شادی بیاہ کرنے والے، طرح طرح کے ملبوسات پہننے والے، کھیلیں کھیلنے والے، گوشہ نشینی اختیار کرنے والے، پاپیادہ، سبک رفتار، اور خراماخراما چلنے والے، سب لوگوں نے یہ کام محض اس لئے سرانجام دیئے کہ وہ ان کے متضاد کاموں کی پریشانیوں کو اپنے آپ سے ہٹا سکیں۔

☐ متذکرہ بالا تمام امور میں کچھ نہ کچھ پریشانیاں لازماً رونما ہوتی ہیں۔ مثلاً کچھ کے حصول میں رکاوٹیں کھڑی ہو جاتی ہیں، کچھ ویسے ہی خارج از امکان ہو جاتے ہیں، اور کچھ کام ایسے بھی ہیں جو وجود میں آنے کے بعد ختم ہو جاتے ہیں، اور کچھ کاموں پر قدرتی آفتیں آ جانے کے باعث آدمی ان سے استفادہ کرنے سے بے بس ہو جاتا ہے۔ ان تمام کاموں میں سے جن کے حصول میں انسان کامیاب ہو جائے ان کے برے نتائج ہی برآمد ہوتے ہیں۔ مثلاً مقابلہ بازی کا خوف، حاسد کی طعن وتشنیع، لالچی شخص کی چھینا جھپٹی، حاصل شدہ چیز کا دشمن کے قبضے میں چلا جانا وغیرہ، جب کہ ان کا قابل مذمت ہونا اور ارتکاب جرم کا باعث ہونا اس پر مستزاد ہے۔

☐ میں نے یہ محسوس کیا ہے کہ آخرت کے لئے عمل کرنے والا شخص، اس راہ میں اگر کسی ناپسندیدہ چیز میں مبتلا ہو بھی جائے تو وہ بجائے غم زدہ ہونے کے خوش ہوتا ہے، کیونکہ وہ اس پریشانی کے پس منظر میں مقصد تک رسائی چاہ رہا ہوتا ہے، یہ پریشانی اس کے لئے ایک اضافی چیز ہوتی ہے۔

☐ مجھے یہ بھی محسوس ہوا ہے کہ اگر اس راہ میں کوئی رکاوٹ اس کے سامنے حائل ہو جائے تو وہ اس کی وجہ سے غم زدہ نہیں ہوتا، اسے معلوم ہوتا ہے کہ اس کا مواخذہ نہیں ہوگا۔ نتیجتاً یہ رکاوٹ مقصد کے حصول میں غیر مؤثر ہو جاتی ہے۔

☐ میں نے یہ بھی مشاہدہ کیا ہے کہ اگر اسے ارادتاً کوئی تکلیف پہنچائی جائے تو وہ خوش ہوتا ہے اور اگر اسے کوئی دکھ پہنچے تو وہ سرور محسوس کرتا ہے۔ اس راہ پر چلتے ہوئے اگر وہ تھک جائے تو وہ فرحت وخوشی محسوس کرتا ہے۔ گویا وہ مسلسل اور دائمی خوشی میں رہتا ہے۔ اس کے برعکس دوسرے لوگ ہمیشہ اس سے متضاد کیفیت میں ہوتے ہیں۔

☐ سب لوگوں کا منشا و مقصود ایک ہی ہے اور وہ ہے ''ازالہ غم'' اور اسے حاصل کرنے کا طریقہ بھی ایک ہی ہے اور وہ ہے ''اللہ تعالی کی رضا کی خاطر عمل سر انجام دینا'' اس

کے علاوہ جو کچھ بھی ہے وہ گم راہی اور کم عقلی ہے۔

- ☐ ہمیں اپنی طاقت برتر چیز کے حصول میں لگانا ہوگی اور وہ ہے ''اللہ عزوجل کی ذات اقدس کی خاطر کام کرنا'' وہ دعوت حق کے ذریعے ہو یا مقدس ومحترم چیز کی حفاظت کی صورت میں، مظلوم کی مدد کرنے کی شکل میں ہو یا رسوائی کے ازالے کے انداز میں۔
- ☐ سامان دنیا کی خاطر قربانی دینے والے کی مثال ایسے ہی ہے جیسے کوئی شخص لعل وجواہر کو کنکریوں کے عوض فروخت کر رہا ہو۔
- ☐ بے دین شخص اخلاق فاضلہ سے عاری ہوتا ہے۔
- ☐ عقل مند وہ ہے جو اپنی جان کی قیمت ''جنت'' کے علاوہ کسی اور چیز کو نہ سمجھے۔
- ☐ بہت سے لوگ ریا کاری کے اندیشے سے نیک کام چھوڑ دیتے ہیں حالانکہ ریا کاری کو ناپسند کرنے کا یہ انداز بھی شیطان کا ایک جال ہے۔

* *

باب نمبر:2

عقل مندی اور راحت و سکون

عقل مندی اور راحت وسکون

☐ عقل مندی اور راحت وسکون کا واحد ذریعہ یہ ہے کہ لوگوں کی باتوں کی قطعاً پروانہ کی جائے اور خالق کائنات کے ساتھ تعلق کو مدنظر رکھا جائے۔

☐ جو شخص یہ سمجھتا ہے کہ وہ لوگوں کے طعن و تشنیع سے محفوظ رہ جائے گا وہ ''دیوانہ'' ہے۔

☐ جو شخص حقیقت بین نگاہ کا حامل ہو اور حقائق کے ذریعے سکون حاصل کرنے کا رسیا ہو، اگر چہ ان کی پہلی ضرب اس کے لئے دردناک ہی کیوں نہ ہو، اسے لوگوں سے اپنی مدح وتوصیف کی نسبت تنقید سن کر کہیں زیادہ خوشی ہوتی ہے۔ کیونکہ اگر ان کی تعریف وتوصیف بجا ہو اور یہ اس کے علم میں آ جائے تو اس میں ''خود پسندی'' سرایت کر جائے گی، اس طرح اس کی خوبیاں مکدر ہو جائیں گی۔ اگر ان کی تعریف غلط اور بے جا ہو اور وہ اس سے آگاہ ہو جائے تو اسے خوشی محسوس ہوگی، حالانکہ اس کا خوش ہونا جھوٹ پر مبنی ہوگا اور یہ بہت بڑی خامی ہے۔

☐ اگر لوگوں کی تنقید برحق ہو اور آدمی کو اس کا پتہ چل جائے تو ہوسکتا ہے کہ یہ چیز اس کے لئے اس خامی سے بچنے کا باعث بنے۔ یہ ایک ایسی بڑی ''خوش نصیبی'' ہے کہ کم عقل ہی اس سے بے نیاز ہوتا ہے۔

☐ اگر وہ تنقید و مذمت ناحق ہو اور پتہ چل جانے کے باوجود متعلقہ آدمی اس پر صبر کا مظاہرہ کرے، تو اس نے بردباری اور صبر کے ذریعے ایک اضافی خوبی حاصل کرلی۔ غنیمت کا حصول اس کے علاوہ ہے۔ ایسا کرنے سے وہ ناحق مذمت کرنے والے کی نیکیاں لے لے گا اور دارالجزاء میں اس وقت محظوظ ہوگا جب نجات پانے

کے لئے محنت ومشقت کے بغیر حاصل ہونے والے عملوں کی شدید ترین ضرورت ہوگی۔ یہ ایک ایسی بڑی خوش نصیبی ہے کہ بے عقل ہی اس سے بے نیاز رہ سکتا ہے۔

☐ اگر اسے لوگوں کی ''مدح سرائی'' کا علم نہ ہو تو ان کی تعریف وتوصیف اور خاموشی دونوں اس کے لئے برابر ہیں۔ ان کی طرف سے ہونے والی تنقید کی صورت حال یہ نہیں ہے۔ تنقید کا علم ہو یا نہ ہو ہر حال میں اسے اجر وثواب حاصل ہوگا۔

☐ اگر ''مدح وتوصیف'' کے بارہ میں رسول اللہ ﷺ کا یہ فرمان نہ ہوتا (ذٰلِكَ عَاجِلُ بُشْرَى الْمُؤْمِنِ①) (یہ مومن کے لئے پیشگی بشارت ہے) تو اس کا لازمی نتیجہ یہ ہوتا کہ عقل مند شخص ناحق مذمت کئے جانے کی نسبت بجا طور پر مدح وتوصیف کا زیادہ خوگر ہوتا۔ چونکہ ہمیں آپ ﷺ کا یہ فرمان معلوم ہو چکا ہے اس لئے یہ بشارت حق کی بنا پر ہوگی باطل کے ذریعے نہیں۔ یوں سمجھئے کہ یہ بشارت ممدوح میں پائی جانے والی خوبی کی وجہ سے ہوتی ہے، محض مدح وتوصیف کی بنا پر نہیں ہوتی۔

خوش قسمتی اور بدنصیبی

☐ خوبیوں اور خامیوں کے درمیان اور فرماں برداری ونافرمانی کے درمیان، دل کے میلان اور عدم میلان کا فرق ہے۔ سعادت مند وہ ہے جس کا دل خوبیوں اور فرماں برداری سے مانوس ہو، گھٹیا حرکتوں اور نافرمانی سے متنفر ہو۔

☐ بے نصیب وہ ہے جس کا دل گھٹیا حرکتوں اور نافرمانیوں سے مانوس ہو، خوبیوں اور فرماں برداریوں سے متنفر ہو۔ ان دونوں میں اگر کوئی چیز کارگر ہے تو وہ اللہ تعالیٰ کی حکمت وحفاظت ہے۔

کون کس جیسا؟

☐ آخرت میں کامیابی حاصل کرنے کی غرض سے کام کرنے والا ''فرشتوں'' سے

---

① صحیح مسلم، ح: ۲۶۴۲

ملتا جلتا ہے۔

- ☐ برائی کا متلاشی شیطانوں کی طرح ہے۔
- ☐ شہرت اور سطوت کا طلب گار درندوں کی طرح ہے۔
- ☐ لذتوں کا متلاشی چوپاؤں جیسا ہے۔
- ☐ دولت کو برائے دولت حاصل کرنے والا، اگر اسے فرائض اور پسندیدہ کاموں میں خرچ کرنے کے لئے حاصل نہ کر رہا ہو، تو وہ کسی بھی زندہ چیز کی طرح ہونے سے بدرجہا کم اور خسیس ہے۔ تاہم وہ پر مشقت راستوں اور غاروں میں پائی جانے والی ان ندیوں کی طرح ہے جن سے کوئی بھی زندہ چیز فائدہ نہیں اٹھا سکتی۔ عقل مند کو ایسی خوبی پر رشک نہیں کرنا چاہیے جس میں درندے، حیوانات یا جمادات اس سے بلند و برتر ہوں، اسے ایسی خوبی میں سبقت لے جانے پر رشک کرنا چاہیے جس کی بدولت اسے اللہ تعالی نے درندوں، حیوانوں اور جمادات پر امتیاز بخشا ہے اور وہ ہے "عقل وشعور" اس میں وہ فرشتوں کے ساتھ شامل ہے۔

مختلف خوبیوں پر فخر کرنا

- ☐ جو شخص اپنی ایسی شجاعت و بسالت پر خوش ہوتا ہے جسے وہ اللہ تعالی کی رضا کے علاوہ کسی اور مصرف میں لا رہا ہے اسے یہ بات ذہن نشین ہونی چاہیے کہ چیتا اس سے کہیں زیادہ دلیر ہے، شیر، بھیڑیا اور ہاتھی اس کی نسبت کئی درجے بہادر ہیں۔
- ☐ جسے اپنی جسمانی قوت پر ناز ہو اسے یہ پتہ ہونا چاہیے کہ خچر، بیل اور ہاتھی جسمانی قوت میں اس سے بہت آگے ہیں۔
- ☐ جسے بھاری بھرکم بوجھ اٹھانے پر فخر ہو اسے یہ معلوم ہونا چاہیے کہ گدھا اس سے زیادہ بوجھ اٹھانے والا ہے۔
- ☐ جسے تیزی کے ساتھ اچھلنے کودنے پر ناز ہو اس کے علم میں یہ بات ہونی چاہیے کہ کتا

اور خرگوش اچھلنے کودنے میں اس سے کئی درجے تیز ہیں۔

☐ جو شخص اپنی خوش الحانی پر خوش ہو اسے یہ معلوم ہونا چاہیے کہ بہت سے پرندے اس سے زیادہ حسین نغمہ سرا ہیں۔ آلات موسیقی کی آوازیں اس کی آواز سے زیادہ مسحور کن اور لذیذ ہیں، ایسی چیز پر فخر یا خوشی کس بنا پر ہو، جس میں حیوانات بھی اس پر سبقت لے جاتے ہیں۔

☐ جو شخص ذہین وفطین ہو، وسعت علمی سے بہرہ ور ہو اور اچھے کام سرانجام دیتا ہو اسے اس بات کی خوشی ہونی چاہیے کیونکہ ان کاموں میں فرشتے اور اچھے انسان ہی اس سے سبقت لے جاسکتے ہیں۔

☐ اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہر قسم کی خوبی پر حاوی ہے:

﴿ وَأَمَّا مَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهِ وَنَهَى النَّفْسَ عَنِ الْهَوَىٰ ۝٤٠ فَإِنَّ الْجَنَّةَ هِيَ الْمَأْوَىٰ ۝٤١ ﴾ [النازعات: ۴۰، ۴۱]

"جو شخص اپنے رب کے سامنے کھڑا ہونے سے ڈر گیا اور جس نے دل کو خواہشات سے بچالیا اس کی منزل جنت ہے"۔

دل کو خواہش سے روکنے کا مطلب ہے اسے غیظ وغضب اور شہوانی مزاج سے باز رکھنا، خواہش نفس کے زمرہ میں یہ دونوں چیزیں آتی ہیں۔ اس کے بعد اس کے پاس قوت گویائی کا استعمال رہ جاتا ہے یہی چیز انسان کو حیوانات، کیڑوں مکوڑوں اور درندوں سے ممتاز کرتی ہے۔

☐ نصیحت کے طالب صحابی رضی اللہ عنہ کو رسول اللہ ﷺ کا یہ فرمان کہ " لَا تَغْضَبْ "① (تم غصے نہ ہوا کرو) نیز آپ ﷺ کا یہ فرمان کہ "آدمی دوسروں کے لئے وہی چیز پسند کرے جو اپنے لئے پسند کرتا ہے"② یہ دونوں فرمان ہر قسم کی خوبی پر حاوی ہیں۔ اسے غصے سے منع

---

① صحیح بخاری ح:۶۱۱۶

② صحیح بخاری ح:۱۳ ، صحیح مسلم ح:۴۵

کرنے کا مطلب غیظ وغضب والے نفس کو خواہش سے روکنا ہے اور جو چیز اپنے لئے پسند ہو اسے دوسروں کے لئے پسند کرنے کا مطلب نفس کو خواہشات سے باز رکھنا ہے۔ وہ عدل وانصاف جس کی خاطر "نفس ناطقہ" میں قوت نطق ودیعت کی گئی ہے اس کے تمام ضابطے اس میں جمع ہیں۔ چیدہ چیدہ لوگوں کو چھوڑ کر میں نے بیشتر لوگوں کو دیکھا ہے کہ وہ دنیا میں بدنصیبی، پریشانی اور مشقت مول لینے میں عجلت پسند واقع ہوئے ہیں۔ وہ ایسے بڑے بڑے گناہوں کا بوجھ کوشش کرکے اٹھا لیتے ہیں جو ان کے لئے آخرت میں دوزخ کا باعث بننے کے علاوہ کسی بھی قسم کے فائدہ سے خالی ہوتے ہیں۔ مثلاً "مہنگائی کی خواہش کرتے رہنا" حالانکہ یہ چھوٹے طبقہ اور بے گناہ لوگوں کے لئے تباہ کن ہے۔ اسی طرح جن لوگوں کو آدمی ناپسند کرتا ہو ان کے بارہ میں یہ تمنا و آرزو رکھنا کہ وہ مشکلات میں گھر جائیں حالانکہ ایسے لوگوں کو اس بات کا یقین ہوتا ہے کہ یہ غلط ارادے نہ تو ایسا ہونے میں کوئی کردار ادا کر سکتے ہیں اور نہ ہی ان کی خواہشات کی بنا پر کوئی چیز واقع ہو سکتی ہے۔ اگر یہ لوگ اپنی نیت درست کر لیں تو نہ صرف یہ بہت جلد راحت وسکون حاصل کر لیں گے بلکہ انہیں نیک کاموں کی بھی فراغت مل جائے گی اور آخرت میں بھی اجر عظیم سے بہرہ ور ہونگے۔

ایسا کرنے سے ان کے پسندیدہ کاموں میں تاخیر بھی نہیں ہوگی اور ان کے وقوع پذیر ہونے میں کوئی چیز مانع بھی نہیں ہوگی، آخرت میں دوزخ کا مستوجب ہونے کی یہ کیفیت جس سے ہم نے آگاہ کیا ہے اس سے اور بڑا خسارہ کون سا ہے؟ دنیا کا راحت و سکون اور آخرت میں اجر عظیم کے استحقاق جیسی یہ سعادت مندی جس کی ہم نے دعوت دی ہے اس سے بڑھ کر اور نیک بختی کیا ہو سکتی ہے؟

زندگی کی حقیقت

اگر آپ زندگی کی مدت کی حقیقت سے آگاہ ہونا چاہیں تو آپ کو اس وقت موجودہ ''لمحہ'' ہی نظر آئے گا جو ماضی اور مستقبل کے درمیان ''حد فاصل'' ہے۔ کیونکہ جو وقت گزر چکا ہے اور جو ابھی تک آیا نہیں وہ تو دونوں ایسے معدوم ہیں، جیسے ان کا سرے سے وجود ہی نہیں ہے، اس شخص سے زیادہ گمراہ کون ہوگا جو پلک جھپکنے سے بھی کم وقت کے عوض دائمی اور ابدی زندگی کو فروخت کردے۔

پریشانی سے نجات

جب آدمی سو جاتا ہے تو وہ دنیا سے نکل جاتا ہے اور ہر قسم کی خوشی اور غم بھول جاتا ہے، اگر وہ جاگتے ہوئے بھی اسی پر بنیاد رکھے تو وہ سعادت کاملہ سے بہرہ ور ہو جائے۔

اہل وعیال اور ہمسایوں سے تعلقات

☐ جو شخص اپنے اہل وعیال اور ہمسایوں سے برا سلوک کرتا ہے وہ انتہائی گھٹیا ہے۔

☐ جو شخص ان کی بدسلوکی کا انتقام لیتا ہے وہ ان ہی کی طرح ہوتا ہے۔

☐ جو شخص ان کے برے سلوک کا انتقام نہیں لیتا وہ ان کا آقا وسردار اور ان میں افضل و برتر ہے۔

❖ ❖

باب نمبر: 3

علم و عرفان

علم وعرفان

تحصیل علم کے فوائد

☐ اگر دنیا وآخرت میں علم کے بے بہا فوائد میں سے صرف یہی فائدہ ہو کہ اس کی وجہ سے جاہل آپ سے ہیبت زدہ رہیں گے، آپ کا احترام کریں گے، علماء آپ سے محبت کریں گے اور آپ کی عزت کریں گے تو اس کی طلب وجستجو کے ضروری ہونے کا یہ تنہا محرک ہی کافی ہے۔

☐ اگر جہالت کے دنیوی واخروی بہت سے نقصانات سے قطع نظر صرف یہی نقصان پیش نظر ہو کہ بے علم شخص علماء سے حسد کرتا ہے اور اپنے جیسے جاہلوں کو دیکھ کر خوش ہوتا ہے تو اس سے راہ فرار کا یہ ایک ہی سبب کچھ کم نہیں۔

☐ اگر علم حاصل کرنے اور اس میں مشغول رہنے کا صرف یہی فائدہ ہو کہ آدمی بے فائدہ خیالات، پریشان کن بے جا امیدوں اور باعث اذیت تفکرات سے بچ جاتا ہے تو اسے حاصل کرنے کی یہ ایک ہی وجہ کچھ کم نہیں۔

☐ طلب علم کا یہ کم ازکم فائدہ ہے، اسے حاصل کرنے کے لئے جاہل حکمرانوں نے اپنی جان داؤ پر لگا دی۔ وہ اس فائدے کو نظر انداز کر کے شطرنج، جوا بازی، مے نوشی، راگ رنگ، شکار کے لئے جانوروں کو بھگانے اور دیگر ایسے کاموں میں مصروف ہو گئے جو دنیا اور آخرت میں نقصان پر منتج ہوتے ہیں اور فائدہ سے خالی ہیں۔

☐ اگر صاحب علم مختلف اوقات میں اس بات پر غور کرے کہ علم نے اسے جاہلوں کے تسلط کی ذلت اور حقائق سے ناواقفیت کی پریشانی سے بچایا ہے، اور بہت سی مخفی

چیزوں کو اس کے سامنے کھول کر خوشی فراہم کی ہے تو وہ اللہ عزوجل کا مزید شکر ادا کرنے لگ جائے اور اپنے علم پر اس کی خوشی دو چند ہو جائے بلکہ وہ اسے مزید حاصل کرنے کے لئے کوشاں ہو جائے۔

علوم کا درجاتی تفاوت

جو شخص طاقت ہونے کے باوجود اعلیٰ علوم چھوڑ کر ادنی علوم میں مشغول ہو جاتا ہے اس کی مثال ایسے ہی ہے جیسے گندم کی بہت زیادہ پیداوار دینے والی زمین میں مکئی بیجنے والا شخص یا کھجور اور زیتون اگلنے والی زمین میں جنگلی کیکر بونے والا۔

نا اہل کو تعلیم دینا

نا اہل لوگوں کو علم سکھانا انہیں بگاڑنے کا باعث بنتا ہے۔ اس کی مثال ایسے ہی ہے جیسے ''تپ دق'' اور ''بخار'' میں مبتلا آدمی کو شہد اور میٹھی چیزیں کھلائی جائیں یا صفرا کی بنا پر دردِ سر میں مبتلا آدمی کو کستوری اور عنبر سونگھایا جائے۔

علم میں بخل کرنا

علم کا بخیل دولت کے بخیل سے زیادہ قابل مذمت ہے، کیونکہ دولت کے بخیل کو اس کے ختم ہو جانے کا اندیشہ ہوتا ہے، جب کہ علم کا بخیل ایسی چیز میں بخل کرتا ہے جو نہ تو تقسیم کرنے سے ختم ہوتی ہے اور نہ بے دریغ خرچ کرنے سے داغ مفارقت دیتی ہے۔

کون سا علم سیکھنا چاہیے؟

جو شخص طبعی طور پر کسی علم کی طرف مائل ہو، اگرچہ وہ دیگر علوم سے کم تر ہی کیوں نہ ہو، اسے کسی دوسرے علم میں مشغول نہیں ہونا چاہیے، وگرنہ وہ ''اندلس'' کے علاقے میں ناریل اور ''ہندوستان'' میں زیتون کاشت کرنے والے کی طرح ہوگا۔

عظیم ترین علم

تمام علوم میں سے عظیم ترین علم وہ ہے جو آدمی کو باری تعالیٰ کا قرب نصیب کرے اور اس کی رضا حاصل کرنے میں اس کا معاون ہو۔

معیارِ زندگی

مال ودولت، جسم اور صحت کے حوالے سے اپنے سے ''ادنیٰ'' کو دیکھیں اور دین، علم اور کمالات کے لحاظ سے اپنے سے ''اعلیٰ'' کو دیکھیں۔

تعلیمی منصوبہ سازی کی ضرورت

کچھ لوگ دیوانہ وار ہو کر علم میں غوطہ زن ہوتے ہیں اگر وہ بصیرت اور عقل مندی کے ساتھ اس میں محو ہوں تو وہ حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ، افلاطون اور بزرجمہر① سے بھی زیادہ علمی استحکام حاصل کرلیں۔

☐ اگر کسی شخص کو دنیا کی سعادت یا دین پر عمل پیرا ہونے کی حمایت حاصل نہ ہو تو اسے ذہانت کوئی فائدہ نہیں دیتی۔

محض تجربہ کی غرض سے کام کرنا

☐ مشورہ دینے والے کو کو دکھانے کے لئے اس کے بے فائدہ افکار وخیالات کا تجربہ کرنے میں اپنے آپ کو ضائع نہ کریں وگرنہ آپ خود تباہ وبرباد ہو جائیں گے۔ غلط رائے دینے والے کی بات کو نہ مان کر اس کی سرزنش کو برداشت کرنا لیکن تنگیوں اور تکلیفوں

---

① ''بزرجمہر بختکان'' ساتواں ایرانی شہنشاہ شمار ہوتا ہے وہ اپنے علم ودانست، عقل ودانش اور فہم فراست میں بہت زیادہ مشہور تھا، قانون سازی میں اپنی مثال آپ تھا، جب ہندوستان میں ''شطرنج'' کا کھیل ایجاد ہوا تو اہل ہندوستان نے اسے بطور تحفہ ایرانی شہنشاہ کی طرف بھیجا لیکن اسے کھیلنے کے طریق کار سے آگاہ نہ کیا، بزرجمہر نے نہ صرف اسے کھیلنے کا طریقہ از خود بتایا بلکہ اس کے مقابلے میں ''نرد'' کا کھیل ایجاد کیا اور اسے ہندوستان میں بھجوایا۔

سے نجات حاصل کر لینا اس سے کہیں بہتر ہے کہ تجربہ کرنے کے بعد آپ تنگیوں اور تکلیفوں کے بھنور میں پھنس چکے ہوں، مشورہ دینے والا معذرت خواہ ہو اور دونوں پر ندامت طاری ہو۔

- ☐ جو کام شریعت یا اخلاق حسنہ کی رو سے ضروری نہیں ہے اسے کرنے کے لئے خود کو تکلیف پہنچا کر دوسروں کو خوش رکھنے سے بچیں۔

علم کی انتہا

اللہ تعالی کی صفات سے لاعلمی کے پاس پہنچ کر علم رک گیا۔

علم میں جاہلوں کی مداخلت

جس قدر علم اور اہل علم کو نا اہل لوگوں کی مداخلت سے نقصان پہنچا ہے اتنا کسی چیز سے نقصان نہیں ہوا، کیونکہ وہ جاہل ہوتے ہوئے بھی اپنے آپ کو عالم سمجھتے ہیں اور مصلح بن کر مفسد کا کردار ادا کرتے ہیں۔

ضابطۂ حیات

جو شخص آخرت کی کامیابی حاصل کرنا چاہتا ہے، دنیا میں دانا بننے کا متمنی ہے، معتدل کردار اور تمام اخلاق حسنہ پر حاوی ہونے کا خواہاں ہے بلکہ تمام خوبیوں سے موصوف ہونے کا خواہش مند ہے اسے رسول اللہ ﷺ کی راہنمائی میں چلنا چاہیے اور جس قدر ممکن ہو آپ ﷺ کے اخلاق واطوار کو اپنانا چاہیے۔ اللہ تعالی سے دعا ہے کہ وہ رسول اللہ ﷺ کی اتباع کرنے میں اپنے احسان خاص کے ذریعے ہماری مدد فرمائے۔ (آمین)

علماء وجہلاء کے فوائد ونقصانات

- ☐ مجھے عمر بھر میں دو دفعہ جاہلوں سے تکلیف پہنچی ہے، ایک دفعہ دور جہالت میں ان سے ایسے موضوع پر گفتگو کر کے جسے وہ اچھی طرح سمجھ نہیں سکتے تھے، اور دوسری دفعہ

میری موجودگی میں ان کی خاموشی کی بنا پر، کیونکہ وہ ہمیشہ ایسی بات پر خاموش رہتے ہیں جو ان کے لئے مفید ہو، جو بات ان کے لئے باعث ضرر ہو اسے زبان سے نکالتے رہتے ہیں۔

☐ ارباب علم نے مجھے عمر بھر میں دو مرتبہ خوشی و مسرت فراہم کی ہے، ایک مرتبہ دور جہالت میں مجھے تعلیم دے کر اور دوسری مرتبہ دور علمی میں میرے ساتھ علمی تبادلہ خیال کر کے۔

علم اور دولت کے مستحق

☐ علم اور زہد کی خاصیت یہ ہے کہ یہ دو چیزیں اللہ تعالی اہل اور مستحق ہی کو عطا کرتا ہے۔

☐ مال و دولت اور شہرت کی خامی یہ ہے کہ یہ دونوں اکثر و بیشتر نا اہل اور غیر مستحق ہی کے پاس جاتے ہیں۔

صحبت و رفاقت

☐ جو شخص خوبیوں اور کمالات کی جستجو میں ہوتا ہے وہ اہل کمالات کے ساتھ رہتا ہے اور ان کے حصول کے لئے ایسے معزز دوست اور ایسے حقیقی رفقا اختیار کرتا ہے جو غم خوار، پارسا، سچے، حسن معاشرت سے بہرہ ور، صابر، وفادار، امین، بردبار، پاک باطن اور دوستی میں مخلص ہوں۔

☐ شان و شوکت، مال و دولت اور لذتوں کا متلاشی باؤلے کتوں اور چالاک لومڑیوں جیسے لوگوں کے ساتھ رہتا ہے اور غلط عقیدہ رکھنے والے بد باطن ہی کی رفاقت اختیار کرتا ہے۔

علم اور جہالت کا کردار

☐ کمالات حاصل کرنے میں علم کا ایک اہم کردار ہے۔ اس کے ذریعے ان کی اچھائی

معلوم ہوتی ہے تو آدمی انہیں اختیار کر لیتا ہے خواہ بہت کم ہی سہی، خامیوں کی قباحت معلوم ہوتی ہے تو وہ ان سے اجتناب کر لیتا ہے، اگر چہ شاذ و نادر ہی سہی۔ اسی طرح جب وہ اہل کمالات کی تعریف وتوصیف سنتا ہے تو ان کاموں میں اس کی رغبت بڑھ جاتی ہے اور برے لوگوں کی بدنامی سنتا ہے تو ان سے نفرت کرنے لگتا ہے۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ علم کا ہر اچھے کام میں حصہ اور جہالت کا ہر برے کام میں ایک اہم کردار ہے۔

☐ علم حاصل نہ کرنے والوں میں سے وہی شخص خوبیوں سے موصوف ہوگا جو انتہائی صاف و شفاف فطرت کا مالک ہو، یہ بات انبیاء علیہم السلام کے ساتھ مخصوص ہے کیونکہ اللہ تعالی نے انہیں تر اچھے کام لوگوں سے سیکھے بغیر سکھلا دیئے ہیں۔

شاذ و نادر صورت حال

☐ عوام الناس میں سے کچھ ایسے لوگ بھی دیکھنے میں آئے ہیں جو اعتدال پسندی اور اخلاق حسنہ اختیار کرنے میں بڑے بڑے حکماء اور اربابِ علم سے بھی آگے بڑھ جاتے ہیں، لیکن وہ بہت کم ہیں۔

☐ ایسے لوگ بھی مشاہدہ میں آئے ہیں جو علوم وفنون سے بہرہ ور ہونے اور انبیاء علیہم السلام کی تاریخ اور نصیحتوں سے مستفید ہونے کے باوجود بدکرداری اور خفیہ وعلانیہ فسق و فجور میں بدترین لوگوں سے بھی آگے بڑھ جاتے ہیں۔ ایسے لوگ تعداد کم نہیں ہیں۔ اس سے میں نے یہ نتیجہ اخذ کیا ہے کہ نیک اور بد ہونا دونوں اللہ تعالی کی ''عطا'' اور اس سے ''محرومی'' کا دوسرا نام ہے۔

❖

باب نمبر:4

اخلاق وکردار

اخلاق وکردار

آپ کی کوشش ہونی چاہیے کہ لوگ آپ کو بے ضرر سمجھیں، فریب اور مکاری میں مشہور ہونے سے بچنے کی پوری پوری کوشش کریں۔ ایسا نہ ہو کہ لوگوں کی کثیر تعداد آپ سے محفوظ رہنے کی کوشش میں ہو، یہ چیز آپ کے لئے نقصان دہ اور زہر قاتل ہے۔

خلاف طبع کام کرنا

☐ اپنے آپ کو خلاف طبع کام کرنے کا عادی بنائیں، اس کا فائدہ یہ ہوگا کہ جب کسی ناخوش گوار صورت حال کا سامنا ہوگا تو پریشانی کم ہوگی۔ اگر ایسے میں غیر متوقع طور سے خوشگوار نتیجہ سامنے آئے گا تو آپ کو بہت زیادہ خوشی ہوگی اور فرحت ومسرت دو چند ہو جائے گی۔

☐ جب غم بہت زیادہ ہو جاتے ہیں تو وہ سب کے سب ختم ہو جاتے ہیں۔

☐ دھوکہ باز مالدار سے وفاداری کرتا ہے جب کہ زیادہ آمدنی والا کم آمدنی والے سے دھوکہ کرتا ہے۔

عظیم سعادت مندی

دنیا میں ہر لحاظ سے سعادت مند وہ شخص ہے جسے زمانہ دوستوں کو آزمانے پر مجبور نہ کرے۔

نقصان پہنچانے کا خواہش مند

☐ جو شخص آپ کو نقصان پہنچانا چاہتا ہے اس کے بارہ میں پریشان نہ ہوں کیونکہ اگر آپ

ترقی کی راہ پر گامزن ہیں تو وہ تباہ ہوگا اور آپ کی سعادت مندی آپ کو بچالے گی اور اگر آپ تنزل کا شکار ہیں تو صرف وہ نہیں بلکہ ہر ایک آپ کو تکلیف پہنچائے گا۔

☐ اس شخص کو مبارک ہو جسے اپنی خامیوں کا لوگوں کی نسبت زیادہ علم ہے۔

مظلومیت پر صبر کرنا

ظلم وستم پر صبر تین طرح ہوتا ہے:

۱- ایسے آدمی کی اذیت پر صبر کیا جائے جو آپ سے طاقتور ہے اور آپ اس سے کمزور ہیں۔

۲- ایسے آدمی کے ظلم پر صبر کیا جائے جس پر آپ قدرت رکھتے ہوں اور وہ آپ پر قدرت نہ رکھتا ہو۔

۳- تیسری قسم یہ ہے کہ ایسے آدمی کی اذیت پر صبر کریں جو آپ پر قادر نہ ہو اور آپ بھی اس پر قادر نہ ہوں۔

پہلی قسم ذلت اور رسوائی ہے، کمالات کے ساتھ اس کا کوئی تعلق نہیں ہے۔ دوسری قسم برتری اور نیکی ہے اور یہی وہ بردباری ہے جسے معزز لوگ اختیار کیا کرتے ہیں۔

تیسری قسم میں مزید دو قسم کے لوگ ہیں:

۱- یا وہ ظلم وستم ایسے شخص کی طرف سے ہوگا جو محض غلطی کی بنا پر اس کا مرتکب ہوا ہے، اسے اپنی غلطی کا احساس ہے اور وہ اس پر نادم بھی ہے۔ ایسے شخص کے بارہ میں صبر کرنا نیکی اور فریضہ ہے بلکہ یہ حقیقی بردباری ہے۔

۲- یا وہ شخص اپنی اوقات سے ناآشنا ہے اور سمجھتا ہے کہ اس نے بجا طور پر ظلم کیا ہے اور وہ اپنے کیے پر نادم بھی نہیں ہے۔ ایسے شخص کی تکلیف پر صبر کرنا صبر کرنے والے کے لئے باعث ذلت ہے۔ جس پر صبر کیا جا رہا ہے اسے مزید مفسد بنانے کے مترادف ہے۔ اس سے اس کے ظلم وستم میں اضافہ ہوگا۔ ایسے شخص کو برائی کا بدلہ

برائی سے دینا بھی باعث ننگ وعار ہے۔ اس کا بہتر حل یہ ہے کہ اسے بتایا جائے کہ: "اس سے انتقام تو لیا جا سکتا تھا لیکن محض اس کے کمینہ پن کی وجہ سے اور دوبارہ اس سے ایسی حرکت سرزد ہونے سے بچنے کے لئے صبر کیا جا رہا ہے۔" اس سے بڑھ کر اس کے ساتھ کچھ نہ کیا جائے۔

☐ کمینے اور گھٹیا لوگوں کے ظلم وستم کا علاج صرف اور صرف انہیں سزا دینا اور مار پٹائی ہے۔

لوگوں کے ساتھ نشست وبرخاست

☐ جو شخص لوگوں کے ساتھ بیٹھتا ہے وہ پریشان کن باتیں سننے، ندامت آمیز گناہ کے ارتکاب، دل کو جلا دینے والی پریشانی اور عزم وارادہ سے ہٹا دینے والی حوصلہ شکنی سے نہیں بچ سکتا۔ جب ان کے ساتھ بیٹھنے والے کی یہ صورت حال ہے تو ان میں گھل مل کر رہنے والے کی کیا کیفیت ہوگی؟

☐ عزت وتکریم، راحت وسکون اور امن وسلامتی اس بات میں ہے کہ لوگوں سے الگ رہا جائے اور انہیں آگ کی مانند سمجھا جائے، کہ اس کی تپش تو حاصل کی جاتی ہے لیکن جسم کا کوئی حصہ اس کے ساتھ لگنے نہیں دیا جاتا۔

محفلوں کے نقصانات

اگر لوگوں کا ہم نشین ہونے میں صرف یہ دو خامیاں ہوں تو بھی کم نہیں ہیں:

☐ ایک یہ کہ لوگ باہم مانوس ہو کر ایسے ہلاکت خیز اور تباہ کن رازہائے سربستہ کھلم کھلا بیان کرتے چلے جاتے ہیں کہ اگر یہ نشست نہ ہو تو کوئی بھی شخص انہیں زبان پر لانے کی جرأت نہ کرے۔

☐ دوسری خامی یہ ہے کہ آدمی آخرت میں خسارے کا شکار ہو جاتا ہے۔

ان دو مشکلات سے نجات کی راہ صرف یہ ہے کہ تمام محفلوں سے الگ رہا جائے۔

کام کرنے میں تاخیر کا نقصان

☐ کل کا کام جسے آج پیشگی سرانجام دیا جا سکتا ہے، وہ تھوڑا ہی کیوں نہ ہو، اسے معمولی سمجھ کر مؤخر نہ کریں کیونکہ چھوٹے چھوٹے کام جمع ہو کر بڑے بن جاتے ہیں۔ اور انہیں مقررہ وقت پر سرانجام دینا مشکل ہو جاتا ہے۔ بالآخر وہ سب کے سب ہاتھ سے نکل جاتے ہیں۔

☐ کوئی بھی ایسا کام جسے آپ فوراً سرانجام دے کر قیامت کے روز اپنے ''میزانِ حسنات'' کو بھاری کرنے کی امید رکھتے ہوں، اسے حقیر نہ سمجھیں خواہ وہ چھوٹا سا کیوں نہ ہو، کیونکہ وہ آپ کے بہت سے ایسے گناہ ختم کر دے گا جو اکٹھے ہو کر آپ کو دوزخ میں پھینک سکتے ہیں۔

مختلف حالات سے آگاہی

☐ دکھ درد، غربت وافلاس، پریشانی اور خوف وہراس کی تکلیف کا اندازہ وہی لگا سکتا ہے جو ان سے دوچار ہو، دوسرے شخص کو اس کا اندازہ نہیں ہو سکتا۔

☐ غلطی رائے، ننگ وعار اور گناہ کی قباحت اسے معلوم ہوتی ہے جو ان میں ملوث نہ ہو، ان میں ملوث آدمی کو کبھی ان کا احساس نہیں ہوتا۔

☐ امن وسلامتی، صحت وتندرستی اور دولت مندی کے حقوق سے وہی آشنا ہوتا ہے جو ان سے بہرہ ور نہ ہو، جو شخص ان سے محظوظ ہو رہا ہو وہ ان کی حق شناسی نہیں کر سکتا۔

☐ عمدہ افکار، کمالات اور نیک عمل کی برتری کا احساس انہی لوگوں کو ہوتا ہے جو ان سے بہرہ ور ہوں، ان سے عاری شخص ان کی قدر وقیمت سے ناآشنا ہوتا ہے۔

تجربات ومشاہدات

☐ دھوکہ باز سے سب سے پہلے وہ شخص پہلوتہی کرتا ہے جس کی خاطر اس نے دھوکہ بازی کی ہو۔

- جھوٹے گواہ پر سب سے پہلے وہ شخص ناخوش ہوتا ہے جس کے لئے اس نے جھوٹی گواہی دی ہو۔
- زنا کار عورت سب سے پہلے اس شخص کی نظروں میں گرتی ہے جس کے ساتھ اس نے بدفعلی کی ہو۔

ذہانت کی حفاظت

- جو چیز خراب ہو جائے وہ کچھ وقت کے بعد ہی درست ہوتی ہے اور جو دماغ ہر رات مسلسل نشہ کی بیماری سے دوچار ہو اس کا اندازہ آپ خود ہی لگا لیں۔
- ایسا دماغ جو آدمی کو ہر رات اپنے خراب کر دینے میں جلد بازی سے دوچار کرے وہ قابل الزام ہے۔
- راستہ باعث ملال ہو جاتا ہے۔
- نکتہ چینیاں معزز بننے کا درس دیتی ہیں۔
- دولت کی فراوانی لالچی اور حریص بنا دیتی ہے اور اس کی کمی قناعت پسندی کا سبق دیتی ہے۔
- کبھی کبھی عقل مند بھی اپنی تدبیر میں ناکام ہو جاتا ہے لیکن بے وقوف اپنی تدبیر کے ذریعے سعادت مند نہیں ہو سکتا۔

حکمران اور صاحب منصب لوگ

- حکمران کے لئے کوئی چیز اس قدر نقصان دہ نہیں جتنا بہت سے فارغ البال حاشیہ برداروں کا اس کے گرد جمع ہو جانا نقصان دہ ہے۔ ذہین حکمران وہ ہے جو انہیں ایسے کام میں مصروف رکھے جس میں ان پر ”ظلم وزیادتی“ نہ ہو، اگر وہ ایسا نہیں کرے گا تو وہ اسے کسی غلط کام میں مصروف کر دیں گے۔
- اپنے دشمن کو قریب لانے والا خودکشی کر رہا ہوتا ہے۔
- کسی بھی آدمی کا بکثرت نظر آنا اسے معمولی اور حقیر بنا دیتا ہے۔

معاونت حاصل کرنے کا اصول

☐ اپنے کاموں میں ایسے شخص سے مدد حاصل کرنے کی کوشش کریں جو ان سے ویسا مفاد چاہتا ہو جیسا آپ چاہتے ہیں۔

☐ ایسے شخص سے مدد حاصل نہ کریں جس کا کسی شخص کے ساتھ اتنا ہی تعلق ہو جتنا آپ کا بھی اس کے ساتھ ہے۔

شنیدہ بات کی تصدیق و تکذیب

☐ کسی کی طرف سے پہنچنے والی بات کا اس وقت تک جواب نہ دیں جب تک یقین نہ ہو جائے کہ اس نے واقعی یہ بات کہی ہے، وگرنہ جس نے جھوٹ بول کر یہ بات آپ تک پہنچائی ہوگی وہ اسے سچ بنا کر آپ کے ہاں سے واپس جائے گا۔

قابل اعتماد شخص

☐ مذہب پر عمل پیرا شخص پر اعتماد کریں، خواہ وہ آپ کا ہم مذہب نہ بھی ہو۔

☐ مذہب کو حقیر سمجھنے والے پر اعتماد نہ کریں، خواہ وہ ہم مذہب ہونے کا اظہار کرے۔

☐ جو شخص حرام چیزوں کو معمولی سمجھتا ہے اس پر کسی قابل نقصان چیز کے بارے میں اعتماد نہ کریں۔

☐ میں نے محسوس کیا کہ دولت میں شراکت داروں کی نسبت ذہنی شراکت داروں کی تعداد زیادہ ہے۔ اسے میں نے بہت دیر تک آزمایا۔ طویل تجربہ کے بعد بھی نتیجہ یہی برآمد ہوا۔ پھر میں اس کی وجہ دریافت کرنے سے عاجز رہا۔ بالآخر میں نے اندازہ لگایا کہ یہ چیز انسانی مزاج کا حصہ ہے۔

☐ بدترین ظلم یہ ہے کہ کثرت سے برے کام کرنے والا شخص اگر شاذ و نادر کوئی اچھا کام سرانجام دے تو اسے تسلیم نہ کیا جائے۔

☐ جو شخص ایک دشمن سے آرام حاصل کر لیتا ہے اس کے کئی دشمن پیدا ہو جاتے ہیں۔

دنیا کی مثال

☐ دنیا کے ساتھ سب سے زیادہ ملتی جلتی چیز فن شعبدہ بازی ہے۔ دنیا ایسے مجسموں کا نام ہے جو تیزی سے گھومنے والی لکڑی کی چکی پر رکھے گئے ہوں، جب ان میں سے کچھ مجسمے نظروں سے اوجھل ہوں تو دوسرے سامنے آ جائیں۔

موت کی حقیقت

☐ موت کے بارہ میں مجھے بہت تعجب ہے، کیونکہ کچھ لوگوں کے ساتھ میں نے سچی دوستی اس طرح نبھائی جیسے روح جسم کے ساتھ رہتی ہے۔ ان کی وفات کے بعد کچھ مجھے خواب میں نظر آئے اور کچھ نظر نہیں آئے، حالانکہ زندگی میں کچھ کے ساتھ میں نے معاہدہ کر رکھا تھا کہ وفات کے بعد ”خواب“ میں ایک دوسرے سے ملیں گے۔ لیکن رحلت کر جانے کے باوجود میں نے انہیں خواب میں نہیں دیکھا۔ نامعلوم وہ بھول گئے ہیں یا کسی مصروفیت میں ہیں۔

زندگی سے پہلے کا دور

☐ جسم میں روح کے آنے سے پہلے کے حالات کو بھول جانا ایسے ہی ہے جیسے ایک شخص دلدل میں پھنس جانے کے بعد پہلے حالات سے بے خبر اور ناآشنا ہو جاتا ہے۔

☐ میں نے اس کی وجہ معلوم کرنے پر بھی بہت زیادہ غور کیا تو میرے ذہن میں کچھ اضافی معلومات آئیں اور وہ یہ کہ جب سونے والے کی روح جسم سے علیحدہ ہو جاتی ہے تو اس کی قوت احساس مضبوط ہو جاتی ہے۔ وہ ان مخفی چیزوں کا بھی مشاہدہ کرنے لگ جاتا ہے جنہیں وہ نیند سے کچھ دیر پہلے بھول چکا تھا۔ ان چیزوں کے ساتھ اس کا تعلق کچھ دیر پہلے کا ہوتا ہے اور اس کے سامنے دیگر حالات رونما ہو جاتے ہیں۔ ان تمام صورتوں میں روح یاد رکھنے والی بھی ہوتی ہے، محسوس کرنے

والی بھی، لذت آشنا بھی اور درد و کرب سے دوچار بھی، نیند کی لذت اپنی جگہ محسوس ہوتی رہتی ہے۔ سونے والا نیند کے عالم میں لذت بھی محسوس کرتا ہے، خواب بھی دیکھتا ہے، ڈرتا بھی ہے اور غم زدہ بھی ہوتا ہے۔

روح اور جسم میں فرق

❑ ایک شخص کا ''دل'' دوسرے کے ''دل'' سے مانوس ہوتا ہے، جسم کو گراں سمجھتا ہے۔ اور وہ بڑھاپے کا شکار ہو جاتا ہے، اس کی دلیل یہ ہے کہ جب کسی کے محبوب کی روح قفس عنصری سے پرواز کرتی ہے، اگرچہ لاش اس کے سامنے پڑی ہو، وہ اسے جلدی دفن کرنا چاہتا ہے، اسے صرف روح کے جانے کی پریشانی ہوتی ہے۔

ابلیس کے دو کامیاب حربے

ابلیس اپنے چیلوں کو جو تعلیمات دیتا ہے ان میں دو حربے کامیاب بھی ہیں اور حماقت وقباحت سے لبریز بھی:

❑ ان میں سے ایک یہ ہے کہ برائی کرنے والا شخص یہ عذر پیش کرتا ہے کہ اس سے پہلے اور لوگوں نے بھی یہ برائی کی ہے۔

❑ دوسرا حربہ یہ ہے کہ آدمی آج برائی کرنے کو اس لئے معمولی سمجھے کہ کل بھی اس نے برا کام کیا تھا۔ وہ ایک کام کے سلسلہ میں برا رویہ اس لئے اختیار کرے کہ وہ دوسرے کئی کاموں میں برا رویہ اختیار کر چکا ہے۔ یہ دو باتیں برائی کو معمولی سمجھنے کا بہانہ بن چکی ہیں۔

بدگمانی

❑ بدگمانی ایسے موقع پر کریں جہاں آپ حزم و احتیاط اور چوکس رہنے کو پورا پورا حق دے سکتے ہوں، جہاں آپ حزم و احتیاط نہ کر سکتے ہوں وہاں حسن ظن برقرار رکھیں، اس سے آپ کو دلی راحت ہوگی۔

مال ودولت کا مصرف

☐ سخاوت کی انتہا یہ ہے کہ ضرورت سے زائد تمام چیزیں نیکی کے راستوں میں بے دریغ خرچ کی جائیں۔ اس کا بہترین مستحق ضرورت مند ہمسایہ، غریب رشتہ دار اور مال ودولت سے محروم فاقہ کش ہے۔

☐ ضرورت سے زائد مال ودولت نیکی کے راستہ میں نہ لگانا بخل ہے، اس میں آپ جتنی کوتاہی کریں گے اتنی ہی آپ پر تنقید ہوگی اور جس قدر فراخی کا ثبوت دیں گے اسی قدر آپ کی تعریف ہوگی۔ مذکورہ راستوں کے علاوہ دولت صرف کرنا فضول خرچی اور قابل مذمت ہے۔

☐ اگر آپ “قُـوْتُ لَا یَمُوْت” میں سے کچھ حصہ زیادہ ضرورت مند کو دیتے ہیں تو یہ قربانی اور ایثار ہے اور یہ سخاوت سے بھی افضل ہے۔ اگر اسے نہ دیا جائے تو آدمی نہ تعریف کا مستحق ہوتا ہے اور نہ مذمت کا، بلکہ یہ تقاضائے انصاف ہے۔

☐ واجبات کی ادائیگی میں دولت صرف کرنا فرض ہے۔

☐ ضرورت سے زائد چیز کسی کو دینا سخاوت ہے۔

☐ قابل گزارہ آمدنی میں سے کچھ حصہ ایثار کرتے ہوئے کسی کو دینا برتری ہے، بشرطیکہ وہ ہلاکت کا باعث نہ ہو۔

☐ ضروری کاموں میں دولت صرف نہ کرنا حرام ہے۔

☐ ضرورت سے زائد چیز کو روکے رکھنا کنجوسی اور بخیلی ہے۔

☐ ’’قُوْت لَا یَمُوْت‘‘ میں سے دوسروں کو نہ دینا قابل قبول عذر ہے۔

☐ اپنی یا اپنے اہل خانہ کی جملہ ضروریات یا کچھ ضروریات پورا نہ کرنا بدبودار حرکت، کمینگی اور گناہ ہے۔

☐ ناحق یا ظلماً حاصل کی گئی چیز سخاوت کرنا ’’دوہرا ظلم‘‘ ہے اور اس کا نتیجہ بجائے تعریف

کے تنقید ہے۔ ایسا کرتے ہوئے بجائے صدقہ کرنے کے آپ دوسروں کا مال خرچ کرتے ہیں۔

☐ لوگوں کے جو حقوق آدمی کے پاس موجود ہوں ان کی ادائیگی سخاوت نہیں بلکہ فریضہ ہے۔

جسم اور جان کا مصرف

☐ بہادری یہ ہے کہ آدمی، مذہب، اہل خانہ، مظلوم، پناہ گیر، عزت ودولت میں مظلوم کے دفاع اور حق کی دیگر راہوں میں اپنی جان کو داؤ پر لگا دے، خواہ اس کے مد مقابل کم ہوں یا زیادہ۔

☐ متذکرہ بالا کام میں کوتاہی کرنا بزدلی ہے۔

☐ دنیا کے مال ومتاع کی خاطر جان کو داؤ پر لگانا بے وقوفی اور حماقت ہے۔ اس سے بڑا احمق وہ ہے جو حقوق وواجبات کی ادائیگی میں اپنی جان کو داؤ پر لگاتا ہے۔

☐ ان سب سے بڑے احمق بھی دیکھنے میں آئے ہیں، یہ وہ ہیں جو اس بات سے ناآشنا ہوتے ہیں کہ وہ جان کس کی راہ میں لگا رہے ہیں، کبھی وہ ''عمرو'' کا دفاع کرتے ہوئے ''زید'' سے لڑائی کرتے ہیں، تو کبھی ''زید'' کا دفاع کرتے ہوئے ''عمرو'' سے لڑائی کرتے دکھائی دیتے ہیں۔ بسا اوقات یہ چیز ایک ہی دن میں رونما ہو جاتی ہے۔ وہ بلا مقصد اپنے آپ کو ہلاکتوں میں ڈالتے ہیں، پھر یا دوزخ میں چلے جاتے ہیں یا ننگ وعار کا نشانہ بنتے ہیں۔ ان لوگوں کے متعلق رسول اللہ ﷺ نے یہ فرما کر آگاہ کیا ہے:

''يَأْتِىَ عَلَى النَّاسِ زَمَانٌ لَا يَدْرِى الْقَاتِلُ فِيْمَ قَتَلَ وَلَا الْمَقْتُوْلُ فِيْمَ قُتِلَ'' ①

''لوگوں پر ایک ایسا دور بھی آئے گا کہ نہ قاتل کو پتہ ہوگا اس نے کیوں قتل کیا اور نہ مقتول کو پتہ ہوگا اسے کیوں قتل کیا گیا''

---

① (صحیح مسلم کتاب الفتن ح: ۲۹۰۸)

عفت وعصمت

☐ ''پاک دامنی'' یہ ہے کہ آپ اپنی نگاہ اور اپنے تمام اعضاء ایسے جسموں سے ہٹا کر رکھیں جو آپ کے لئے حلال نہیں ہیں۔ اس کے علاوہ جو کچھ بھی ہے وہ ''زنا'' ہے۔

☐ اللہ تعالیٰ کے حلال کردہ جسم کے قریب نہ جانا، کمزوری اور درماندگی ہے۔

عدل وانصاف اور ظلم

☐ ''عدل وانصاف'' یہ ہے کہ آپ واجبات دیں بھی اور لیں بھی۔

☐ ''ظلم'' یہ ہے کہ آپ واجبات لے تو لیں لیکن دینے کے لئے تیار نہ ہوں۔

☐ کسی کا حق خوش ہو کر دینا اور طاقت ہوتے ہوئے حق لینے سے پہلوتہی کرنا عزت بھی ہے اور خوبی بھی۔

☐ ہر سخاوت باعث عزت اور برتری ہے جب کہ ہر باعث عزت کام سخاوت اور برتری نہیں ہے، برتری اس چیز کا نام ہے کہ واجب شدہ چیز سے اضافی چیز دی جائے۔

☐ پل بھر کی کوتاہی سال بھر کی مشقت پر پانی پھیر دیتی ہے۔

☐ ''تدبیری معاملات'' میں ایک شخص کی غلطی ایسے لوگوں کی ''درست رائے'' سے بہتر ہے جن میں ''اتفاق واتحاد'' نہ ہو۔ ایک آدی غلطی کی تلافی کرلے گا اور نامتحد لوگوں کی درست رائے دائمی لاپراوہی اور ہلاکت پر منتج ہوگی۔

مصنف کی عظمت

مجھ میں بہت سی خامیاں تھیں، میں انہیں جاں فشانی، اخلاقیات وتزکیہ نفس کے بارہ میں انبیاء ﷺ کے ''فرمودات'' اور بلند پایہ دانشوروں کی نصائح کے ذریعے ختم کرنے کی مسلسل کوشش کرتا رہا، یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے ان میں سے اکثر وبیشتر پر اپنے فضل وکرم اور احسان کے ذریعے قابو پالینے کی توفیق عطا فرمادی۔ کامل عدل وانصاف، کسر نفسی

اور حقیقت پسندی کا تقاضا ہے کہ میں از خود انہیں بیان کروں، شاید اللہ تعالیٰ کی توفیق سے کسی نصیحت پسند کو نصیحت مل جائے۔

۱- میری ایک خامی یہ تھی کہ میں بے تحاشا خوش اور حد سے زیادہ غصے ہو جایا کرتا تھا، مسلسل تگ ودو کے بعد میں نے قول وفعل اور مار پٹائی جیسے کسی بھی طریقے سے غصے کا اظہار کرنا چھوڑ دیا۔ ناجائز انتقام لینے سے بھی باز آ گیا۔ اس سلسلے میں مجھے بھاری بھر کم بوجھ اٹھانا پڑتا اور میں دردناک چبھن میں مبتلا بھی رہتا۔ بسا اوقات میں بیمار بھی پڑ جاتا لیکن خوشی اور مسرت کے ساتھ ایسا کرنے سے عاجز رہا، بالآخر میں نے اس بارہ میں اپنے دل سے چشم پوشی کر لی، کیونکہ محبت ورضا میرے سامنے یہ صورت اختیار کر کے آ گئی کہ اسے چھوڑنا گھٹیا پن ہے۔

۲- میری ایک عادت یہ تھی کہ میں اکثر وبیشتر ہنسی ومزاح کیا کرتا تھا۔ اس پر قابو پانے کے لئے میں نے یہ طریقہ اختیار کیا کہ جس شخص کو مزاح ناپسند ہو اس سے مزاح کرنے سے باز آ جاؤں، لیکن کچھ حد تک میں نے مزاح کی گنجائش ضرور رکھی۔ میری رائے یہ ہے کہ اسے چھوڑنے سے طبیعت میں انقباض پیدا ہوتا ہے اور تکبر کی سی صورت حال پیدا ہو جاتی ہے۔

۳- انتہائی خود پسندی بھی میری ایک خامی تھی۔ میرے ذہن نے میرے دل کو اس کے مفاسد سے آگاہ کیا تو یہ خامی ختم ہو گئی اور الحمد للہ! اس کا نشان تک باقی نہ رہا بلکہ میں نے اپنے آپ پر عاجزی اور تواضع اختیار کرنے کی پابندی عائد کر دی۔

۴- مجھ میں بچپن کی شوخی کی پیدا کردہ حرکتیں اور نگاہ نہ جھکانے کی خامی بھی تھی۔ میں نے اپنے دل کو اس پر مجبور کیا تو یہ بری عادت بھی ختم ہو گئی۔

۵- مجھ میں شہرت طلبی اور حصول بالادستی کی خامی بھی تھی، میں نے اپنے دل سے اسے چھوڑنے کا سمجھوتا کر لیا تو وہ بھی ختم ہو گئی۔ اس بیماری کے علاج کے لئے یہ بات سامنے آئی ہے کہ دین میں جو کام ناجائز ہیں ان سے باز رہا جائے، باقی سے بچنے

کے لئے اللہ تعالی سے توفیق کی دعا کی جائے۔ علاوہ ازیں یہ ایک ناقابل انکار حقیقت ہے کہ ”قوت غصبیہ“ کا غالب ہونا خوبی اور اچھی عادت ہے بشرطیکہ وہ ”قوت ناطقہ“ کے تابع رہے۔

٦- فرطِ غیرت بھی میری ایک خامی تھی، محرم خواتین کی شادی کرنا مجھے انتہائی ناپسند ہوتا اور یہ بات مجھے انتہائی ناگوار گزرتی۔ یوں لگتا ہے کہ فرطِ غیرت کو برا سمجھنے کے باوجود میں نے کئی عوارض کی بنا پر اس پر قابو پانے سے توقف کرلیا ہے، واللہ المستعان۔

٧- مجھ میں دو اور خامیاں بھی تھیں، جن پر اللہ تعالی نے پردہ پوشی کی اور ان کا مقابلہ کرنے میں اپنے فضل خاص کے ذریعے میری مدد فرمائی۔ الحمد للہ! ان میں سے ایک تو بالکل ختم ہوگئی ہے اور یوں لگتا ہے کہ سعادت مندی میرے مقدر میں تھی۔ جب بھی اس خامی کا کوئی انگارہ سلگتا میں اسے بجھانے کا عزم کرلیتا۔ دوسری خامی میرا مقابلہ کرتی رہی۔ جب بھی اس کا سیلاب جوش میں آتا، اس کے سوتے پھوٹتے اور یہ غلبہ پانے کے قریب ہوتی اللہ تعالی مجھے اپنے بے پایاں لطف وکرم سے اسے زیر کرنے کی توفیق بخش دیتا، آہستہ آہستہ یہ بھی جاتی رہی۔

٨- میں حد درجہ کی کینہ پروری میں بھی مبتلا رہا۔ اللہ کی توفیق سے میں اس کی بساط الٹنے اور اس پر پردہ ڈالنے پر بھی قادر ہوگیا۔ میں نے اس کے تمام تر نتائج رونما ہونے پر غلبہ پالیا ہے، تاہم اس کا مکمل استحصال نہیں کرسکا۔ اس کے ہوتے ہوئے میں اپنے حقیقی دشمن کو کبھی دوست نہ بنا سکا۔

بدگمانی کرنا ہر موقع پر غلط نہیں

☐ کچھ لوگ بدگمانی کو ہر حال میں خامی سمجھتے ہیں حالانکہ بات ایسے نہیں ہے یہ خامی اس وقت ہے جب بدگمان کو ناجائز کام تک پہنچا دے یا معاملات میں خرابی پیدا کردے، وگرنہ یہ حزم واحتیاط اور خوبی ہے۔

مصنف کی حق پرستی و بے باکی

☐ میرے جاہل دشمن مجھ پر یہ نکتہ چینی کرتے ہیں کہ میں حق بات کے بارہ میں کسی کی مخالفت کی پروانہیں کرتا، خواہ روئے زمیں کے تمام لوگ کیوں نہ جمع ہو جائیں۔

☐ میں اپنے اہل وطن کے بہت سے ایسے رسوم ورواج کی پروانہیں کرتا، جن کے وہ بلا مقصد عادی ہو چکے ہیں۔

☐ مجھے اپنی یہ عادت اپنی تمام خوبیوں میں سے بے مثال لگتی ہے، میں حلفاً کہتا ہوں کہ ”اگر خدانخواستہ یہ خوبی مجھ میں نہ ہوتی تو میری سب سے بڑی تمنا اور باری تعالیٰ سے سب سے بڑی دعا یہی ہوتی“۔

☐ جن جن لوگوں تک میرا یہ کلام پہنچے میں انہیں بطور خاص اسے اپنانے کی نصیحت کروں گا۔ ایسے غلط اور فضول کاموں میں لوگوں کے پیچھے لگنا ہرگز مفید نہیں ہوتا جو اللہ تعالیٰ کی ناراضی، فہم ودانست کے خسارے اور روحانی وجسمانی نقصان کا موجب ہونے کے ساتھ ساتھ بے جا محنت ومشقت کا باعث ہوں۔

ایک غلط فہمی کا ازالہ

کچھ ”حق ناشناس“ لوگوں نے مجھ پر یہ طعنہ زنی کی ہے کہ میں تکلیف پہنچانے والے کی اذیت محسوس نہیں کرتا بلکہ اس میں اپنے دوستوں کو بھی شامل کر لیتا ہوں اور میری موجودگی میں جب انہیں کوئی تکلیف دے ہو تو مجھے اس کی چبھن محسوس نہیں ہوتی۔

جس نے میرے متعلق یہ بات کہی ہے اس نے بجائے تفصیل کے اجمال سے کام لیا ہے۔ مجمل کلام میں غلط کام کی تحسین اور اچھی چیز کی پسندیدگی کا پہلو بھی آ جاتا ہے۔ مثلاً اگر کوئی شخص یہ کہے کہ ”فلاں آدمی نے اپنی بہن سے شادی کر رکھی ہے“ تو یہ بہت فحش کلام ہوگا اور ہر سننے والا اسے بہت برا سمجھے گا۔ لیکن جب وہ اس بات کی وضاحت کرتے ہوئے کہے کہ اس سے مراد ”اسلامی بہن“ ہے تو اس اجمال کی غلطی واضح ہو جائے گی۔

میرے بارہ میں کہی گئی یہ بات کہ ”مجھے عزت پر حملہ کرنے والے کا دکھ نہیں ہوتا“ بالکل غلط ہے۔ اس کا احساس تو ہر فرد بشر کی فطرت میں مرکوز ہے۔ تاہم میں اس بات کا عادی ہوں کہ میں غیظ وغضب، انگیخت اور لڑائی جھگڑے کی صورت میں بات نہ کروں۔ اگر میرے لئے عدم انتقام ممکن ہو تو اللہ کی توفیق اور فرمان کے مطابق میں اسی پر عمل پیرا ہو جاتا ہوں۔ اگر معاملہ میرے بس سے باہر ہو جائے تو میرا انتقام ایسے انداز میں نہیں ہوتا جو باعث تکلیف اور فحش کلامی پر مبنی ہو۔ میں صداقت کا دامن تھامے رکھتا ہوں، غصے اور حماقت کو کبھی اختیار نہیں کرتا۔

اپنی خامی سن کر کیا کیا جائے؟

جو شخص مجھ پر حملہ آور ہونے پر مصر ہو، اس کے استحصال یا دوسرے کی بات سنا کر برانگیختہ کرنے والے کو رسوا کرنے کے علاوہ انتقامی کاروائی کرنا یا برا بھلا کہنا میرے ہاں ناپسندیدہ ہے کیونکہ اکثر لوگ دوسروں کے حوالے سے ناپسندیدہ بات سنانا پسند کرتے ہیں۔ یہی انداز ان کی رسوائی کے لئے موزوں تر ہے اور یہ لوگ دوسروں کو ناپسندیدہ بات پہنچانے سے اسی طرح ہی باز آ سکتے ہیں۔ یہ بات طے شدہ ہے کہ ان کا یہ رویہ اندرونی خلفشار اور چغل خوری کو رواج دینے کا باعث ہے۔

ایک دوسرے لحاظ سے دیکھا جائے تو جو شخص میری عزت پر حملہ کرتا ہے وہ یا تو سچا ہو گا یا جھوٹا، تیسری کوئی صورت نہیں ہو سکتی:

- اگر وہ جھوٹا ہے تو اللہ تعالی نے فوراً اس کی زبان پر مجھے انتقام دلوا دیا، ایک تو اس طرح کہ وہ کذب بیان ہے، دوسرے اس طرح کہ اس نے میری طرف غلط بات منسوب کر کے لوگوں کو میری برتری سے آگاہ کیا۔ اکثر سامعین کو یا تو فی الفور اس کے جھوٹ کا پتہ چل جائے گا یا وہ بحث وکرید کے بعد اس سے آگاہ ہو جائیں گے۔
- اگر وہ سچا ہے تو اس کی تین صورتیں ہوں گی:

۱- یا تو میں اس کے ساتھ ایسے کام میں شامل ہو چکا ہوں گا جس میں مجھے ایسے استراحت مل جائے جیسے کسی کو قابل اعتماد اور امانت دار شخص کے ہاں استراحت حاصل ہو جاتی ہے، یہ اس کی انتہائی بدترین حالت ہے اور اس کے گھٹیا پن اور ذلت کے لئے کافی ہے۔

۲- یا اس نے میرے متعلق ایسی چیز بیان کی ہو گی جسے وہ خامی سمجھتا ہو گا حالانکہ وہ خامی نہیں ہو گی۔ ایسے میں اس کی جہالت نے مجھے بچا لیا اور وہ خود معیوب ہو گیا۔

۳- تیسری صورت یہ ہے کہ اس نے میری ایسی خامی بیان کی ہو جو واقعتاً میرے اندر موجود ہے، ایسی صورت میں وہ سچا ہے اور مجھے اپنی خامی پر اپنے آپ کو ملامت کرنی چاہیے اور بجائے اس پر غصے ہونے کے مجھے اپنے اوپر غصے ہونا چاہیے۔

دوستوں کی خامی بیان کرنے والے کے ساتھ مصنف کا رویہ

جہاں تک میرے دوستوں کا معاملہ ہے تو یہ بات ہرگز نہیں ہو سکتی کہ ان سے متعلق بری بات سن کر مجھے دکھ نہ ہوتا ہو بلکہ مجھے اس کی بہت تکلیف ہوتی ہے لیکن اس دوران میں اس سے زیادہ کچھ نہیں کر سکتا کہ بات کرنے والے کو اس حد تک ندامت زدہ کروں کہ وہ اپنی مذمت خود کرنے لگ جائے، معذرت کی راہ اختیار کر لے اور شرمندہ ہو۔

میں اس کا طریقہ یہ اختیار کرتا ہوں کہ لوگوں کی عزت پر حملہ آور ہونے کی مذمت کرنے لگ جاتا ہوں اور یہ کہنا شروع کر دیتا ہوں کہ آدمی کو لوگوں کی خامیاں تلاش کرنے کے بجائے اپنی اصلاح کرنی چاہیے، ساتھ ہی ساتھ اپنے دوست کی برتری بیان کرتا چلا جاتا ہوں، اسے خوبی چھوڑ کر خامی بیان کرنے کی راہ اختیار کرنے پر سرزنش کرتا ہوں اور اسے یہ کہتا ہوں کہ "وہ تو آپ کے بارے میں ایسی بات کرنا پسند نہیں کرتا لہذا وہ آپ سے زیادہ معزز ہے" تم بھی اس کے لئے ایسی چیز پسند نہ کرو۔

اگر میں اپنے دوست کی مخالفت میں بات کرنے والے کو برا بھلا کہوں، اسے برانگیختہ

کروں اور اس کے غصے کو بھڑکاؤں تو وہ اس کے متعلق اور بہت سی ناپسندیدہ باتیں کہنے لگ جائے گا۔ ایسے میں، میں اپنے دوست پر خود ظلم کر رہا ہوں گا، اسے سب وشتم کا نشانہ بنا رہا ہوں گا، اسے بھڑکا اور ایسی باتیں سنا رہا ہوں گا جو اس نے پہلے نہ سنی تھیں۔ اس سے بڑھ کر یہ ہے کہ میں اپنے اوپر بھی زیادتی کر رہا ہوں گا کیونکہ میں اپنے دوست کو ایسی ناپسندیدہ اور لچر گفتگو سنانے کا موجب بن رہا ہوں گا جسے وہ میری طرف سے پسند نہیں کرتا۔

دوسرے یہ کہ میں نہیں چاہوں گا کہ میرا دوست ایک حد سے بڑھ کر میرا دفاع کرنے لگ جائے۔ اگر صورت حال یہ ہو جاتی ہے کہ وہ حد سے بڑھتے ہوئے میری عزت پر حملہ کرنے والے کو دشنام طرازی کرنے لگ جاتا ہے تو یہ انداز زیادہ بے عزتی کا موجب ہوگا۔

اس سے بڑھ کر اگر مدمقابل اپنی حماقت اور فحش گوئی کی بنا پر سر عام میرے والدین اور میرے دوست کے والدین پر زباں درازی تک پہنچ جائے اور معاملہ دست وگریبان ہونے کی صورت اختیار کر لے تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ میں بجائے اس کا شکر گزار ہونے کے اس کی کاروائی کو گھٹیا سمجھنے والا، اسے برا بھلا کہنے والا اور اپنے اوپر ظلم پر آمادہ کرنے والا ہوں گا۔

دولت کا مصرف

☐ کچھ لوگوں نے یہ کہہ کر مجھ پر تنقید کی ہے کہ ”میں دولت ضائع کر رہا ہوں“۔ اس اجمال کی تفصیل یہ ہے کہ میں وہی دولت ضائع کرتا ہوں جسے محفوظ رکھنا دین میں خرابی پیدا کرنے اور عزت کو داغ دار کرنے کا باعث ہو یا وہ مجھے پریشان کرنے کا ذریعہ بنے۔ میرے خیال کے مطابق ان تین چیزوں کو تحفظ دینے والی دولت اگرچہ معمولی ہی کیوں نہ ہو، ضائع کی جانے والی دولت سے مفید ہے اگرچہ وہ پوری دنیا کا مال ومتاع ہی کیوں نہ ہو۔

☐ انسان پر اللہ تعالیٰ کا سب سے بڑا انعام یہ ہے کہ اس کی فطرت میں عدل پسندی اور حق پرستی مرکوز ہو۔ میں نے اس قسم کی کوتاہیوں کو ختم کرنے اور دین و دنیا کی بھلائی کے حصول کے لئے اسی طاقت سے فائدہ اٹھایا ہے۔ گناہ سے بچنے کی طاقت اور نیکی کرنے کی توفیق اللہ تعالیٰ کے اختیار میں ہے۔

☐ جس شخص کی فطرت میں ظلم وستم کرنا اور اسے معمولی سمجھنا مرکوز ہو اسے اپنی اصلاح کرنے اور اپنے مزاج کو سنوارنے کے بارے میں یکسر مایوس ہو جانا چاہیے۔ اسے یہ بات ذہن میں رکھنی چاہیے کہ وہ دین اور اخلاق حسنہ کے حصول میں کبھی کامیاب نہیں ہو سکتا۔

☐ جہاں تک تکبر، حسد اور خیانت کا تعلق ہے تو میں فطرتی طور سے ہی ان سے نا آشنا ہوں۔ ایسا نہ کرنے میں میرا کوئی کمال نہیں ہے۔ اللہ رب العالمین کا شکر ہے کہ مجھے فطرتا ہی ان سے نفرت ہے۔

شہرت طلبی

شہرت پسندی کا نقصان یہ ہے کہ جب عمل کرنے والا شخص شہرت کی خاطر اسے سرانجام دیتا ہے تو اس کے عمل تباہ و برباد ہو جاتے ہیں، گویا یہ کام شرک کے قریب تر ہے، کیونکہ ایسا شخص غیر اللہ کے لئے عمل کرتا ہے جس سے تمام نیکیاں ختم ہو جاتی ہیں۔ وہ نیکی سے محبت کرتے ہوئے نیکی نہیں کر رہا ہوتا بلکہ وہ تو اسے شہرت حاصل کرنے کے لئے کر رہا ہوتا ہے۔

تعریف وتوصیف کے مختلف انداز

☐ جو شخص ’’غیر موجود خوبی‘‘ کے ذریعے آپ کی تعریف کرتا ہے وہ آپ کی ’’مبالغہ آمیز مذمت‘‘ کرتا ہے کیونکہ وہ خامی سے آپ کو آگاہ کر رہا ہوتا ہے۔

☐ جو شخص ’’غیر موجود خامی‘‘ کے ذریعے آپ کی مذمت کرتا ہے وہ حد درجہ تعریف کرتا

ہے اور آپ کو خوبی سے آگاہ کرتا ہے کیونکہ اس نے تنقید کے ذریعے اور خوبی کا انکار کر کے آپ کو اپنے اوپر غالب آنے کا موقع دیا ہے۔

☐ اگر ناقص آدمی اپنی کوتاہی سے واقف ہو جائے تو وہ کامل بن جائے۔

☐ کوئی بھی انسان خامی سے پاک نہیں ہے۔ سعادت مند انسان وہ ہے جس کی خامیاں کم اور معمولی ہوں۔ زیادہ تر ہوتا وہی کچھ ہے جس کا اندیشہ نہ ہو، احتیاط اس بات میں ہے کہ جس چیز کا اندیشہ ہو آدمی اس کے لئے تیار رہے۔

☐ پاک ہے وہ ہستی جس نے یہ نظام اس لئے رائج کر رکھا ہے کہ وہ انسان کو اس کی بے بسی اور خالق و مالک کی محتاجی سے آگاہ رکھے۔

* * *

باب:5

دوستی اور خیر خواہی

دوستی اور خیر خواہی

دوست کی ذمہ داریاں

☐ جس شخص نے آپ کو "خامی" سے آگاہ کیا اس نے آپ کو دوست بنانے کی کوشش کی اور جس نے آپ کی غلطیوں اور کوتاہیوں کو معمولی سمجھا اس نے آپ سے "بے نیازی" کا اظہار کیا۔

☐ دوست کی سرزنش ایسے ہی ہے جیسے سونے کی ڈلی کو بھٹی میں ڈالا جائے یا تو وہ نکھر کر سامنے آئے گی یا ختم ہو جائے گی۔

☐ آپ کے دوستوں میں سے جو شخص اپنے ایسے "راز" چھپاتا ہے جس کا آپ سے گہرا تعلق ہو، وہ اس شخص کی نسبت زیادہ خائن ہے جو آپ کا راز فاش کرتا ہے، کیونکہ جس نے آپ کا راز فاش کیا اس نے خیانت کی اور جس نے آپ سے متعلقہ راز کو چھپا لیا اس نے خیانت بھی کی اور خیانت کرنے پر آمادہ بھی کیا۔

دوستی اور عدم دوستی کا معیار

☐ جو شخص "بے نیازی" اختیار کرے آپ بھی اس سے بے اعتنائی برتیں، وگرنہ آپ کو ناکامی اور رسوائی کا سامنا کرنا پڑے گا۔

☐ جو شخص آپ کو دوست بنانا چاہتا ہو اس سے بے نیازی اور پہلو تہی اختیار نہ کریں، کیونکہ یہ ایک قسم کا ظلم اور احسان کا بدلہ نہ دینے کے مترادف ہے۔

معاشرتی اصول

☐ جو شخص لوگوں کے ساتھ مل جل کر رہتا ہو، وہ اپنے تمام تر خیالات ان کے سامنے نہ رکھے بلکہ ان کے ساتھ تعلقات ایسے دشمن کی طرح قائم کرے جو اسے مشکل میں ڈالنا چاہتا ہے۔

☐ ہر آنے والی صبح اپنے دوستوں کی طرف سے دھوکہ بازی اور بدسلوکی کا ایسے ہی اندیشہ محسوس کرے جیسے کھلے دشمن کی طرف سے محسوس کرتا ہے۔ اس کے بعد اگر وہ محفوظ رہے تو اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرے، اگر کوئی دوسری صورت حال ہوئی تو وہ اپنے آپ کو اسے برداشت کرنے کے لئے مستعد پائے گا اور یہ پریشانی اسے گھائل نہیں کرے گی۔

آپ بیتی

میرا ایک دوست مجھ سے غربت وخوشحالی، تنگی وفراخی اور خوشی وغم ہر حال میں میرے ساتھ مخلصانہ محبت اور انتہائی صاف باطنی کا مظاہرہ کیا کرتا تھا۔ وہ بارہ سال کی مخلصانہ دوستی کے بعد انتہائی بری کیفیت اختیار کر گیا اور وہ بھی ایسی معمولی چیز پر کہ کسی بھی شخص کا اس سے متاثر ہونا میرے وہم وگمان سے بالاتر ہے۔ اس کے بعد اس کے ساتھ میری کبھی نہ بن سکی۔ اس چیز نے سالہا سال مجھے پریشانی میں مبتلا رکھا۔

معاشرتی کامیابی کا راز

لوگوں کی طرف سے بدسلوکی اور دھوکہ بازی کا اندیشہ محسوس کرنے کے باوجود آپ برا رویہ اختیار نہ کریں، وگرنہ آپ شر پسند اور دھوکہ باز لوگوں میں شامل ہو جائیں گے، البتہ ایک اور انتہائی کٹھن اور مشکل راستہ ہے جسے اختیار کرنے والے کو تا زندگی ''کونج'' سے زیادہ سیدھا اور ''کوے'' سے زیادہ ہوشیار رہنے کی ضرورت ہے۔ یہی راستہ

دین و دنیا کی کامیابی کا واحد ضامن ہے۔ اسے اختیار کرنے والا شخص پاک باطن اور مکر و فریب سے بالاتر ہو جاتا ہے۔ اور باکردار لوگوں کے دل جیت لیتا ہے۔ اس کے علاوہ نیک لوگوں کی خوبیوں اور برتر لوگوں کے اخلاق سے مزین بھی ہو جاتا ہے۔ مزید برآں وہ چالاک لوگوں سے تحفظ، برے اور بد باطن لوگوں سے چھٹکارا بھی حاصل کر لیتا ہے اور وہ راستہ یہ ہے کہ:

۱- جس شخص کو بھی آپ پر اعتماد ہو آپ اس کا ”راز“ چھپا کر رکھیں، اپنا راز بھی حتی المقدور اپنے دوستوں اور دیگر لوگوں کے سامنے بیان نہ کریں۔

۲- جو لوگ آپ کو ”امین“ سمجھیں ان سب سے وفاداری کریں۔

۳- جس کام میں آپ کو اندیشہ ہو اس کے بارہ میں انتہائی مجبوری کے بغیر کسی کو ”امین“ نہ سمجھیں۔

۴- مجبوری کے عالم میں بھی ”راز چھپانے“ کی راہ تلاش کریں اور مشقت برداشت کریں اور اللہ تعالی پر اعتماد کریں۔

دولت اور منصب کا استعمال

☐ ہر ایسا ضرورت مند شخص جسے آپ فائدہ پہنچا سکتے ہوں، خواہ وہ آپ کے سامنے خواہش کا اظہار نہ بھی کرے، اسی طرح سائل اور غیر سائل ہر ایک کو ضرورت سے زائد دولت اور اپنے منصب کے ذریعے بے دریغ فائدہ پہنچائیں، اس سلسلہ میں آپ کے دل میں باری تعالی کے علاوہ کسی سے بھی معاوضے کا خیال تک نہ آئے۔

درس عبرت

☐ حسن سلوک کی بنیاد اس چیز پر رکھیں کہ آپ کا ”احسان مند“ ہی سب سے پہلے آپ کے لئے باعث ضرر اور اولیں مخالف ہوگا، کیونکہ خباثت زدہ لوگ شدید حسد کی بنا پر کسی بھی محسن کو اپنے سے بہتر حالت میں دیکھتے ہیں تو اسے ناپسند کرنے لگتے ہیں۔

☐ ہر انسان کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آئیں، اگر کسی وجہ سے حسن سلوک کا کوئی موقع ہاتھ سے چھوٹ جائے تو اس کی ’’تلافی‘‘ اپنے دل میں پوشیدہ رکھیں۔ اس طرح آپ کی زندگی راحت وسکون کے ساتھ گزرے گی۔

نصیحت، سفارش اور تحفہ

☐ نہ تو عمل پیرا ہونے کی شرط پر نصیحت کریں اور نہ ہی قبول ہونے کی شرط پر سفارش کریں اور نہ ہی تبادلے کی شرط پر کوئی تحفہ دیں بلکہ یہ سب کچھ اپنی جودوسخا کی بنا پر کریں۔ یہ کام نصیحت، سفارش، اور نیکی کے فریضہ کو بجالاتے ہوئے سرانجام دیں۔

دوستی کی تعریف

☐ حقیقی دوستی یہ ہے کہ آدمی کو وہ چیز بری محسوس ہو جسے دوسرا شخص برا سمجھے اور جو چیز دوسرے کو پسند ہو وہ اس کے لئے بھی باعث مسرت ہو۔ جو شخص اس سے کم درجہ اختیار کرتا ہے وہ دوست نہیں ہے اور جو بھی اس خوبی کا حامل ہے وہ دوست ہے۔

دوستوں کی قسمیں

☐ کبھی کبھی آدمی ایسے شخص کا بھی دوست بن جاتا ہے جو اس کا دوست نہ ہو۔

☐ جہاں تک دو طرفہ دوستی کا تعلق ہے تو یہ دو شخصوں کا عمل ہے۔

☐ کبھی کبھی انسان ناپسندیدہ شخص کو بھی دوست بنالیتا ہے۔

☐ حقیقی دوستی زیادہ تر باپ، بیٹے، بھائی، بہن اور میاں بیوی کے درمیان ہوتی ہے یا پھر اس شخص کے ساتھ ہوتی ہے جس کی محبت ’’عشق‘‘ کی صورت اختیار کرگئی ہو۔

☐ ہر دوست خیر خواہ نہیں ہوتا جب کہ ہر خیر خواہ اس کام کی حد تک دوست ہوتا ہے جس میں اس نے خیر خواہی کی ہو۔

خیر خواہی کی تعریف

خیر خواہی یہ ہے کہ آدمی کو وہ چیز بری محسوس ہو جو دوسرے کے لئے نقصان دہ ہو، خواہ وہ اسے برا سمجھے یا نہ سمجھے۔ اسی طرح جو چیز دوسرے کے لئے مفید ہو وہ آدمی کو خوشی فراہم کرے، خواہ دوسرا شخص اس پر خوش ہو یا ناخوش۔ خیر خواہی کی یہ شرط دوستی کی شرائط سے زائد ہے۔

دوستی کی انتہا

❑ دوستی کی آخری حد یہ ہے کہ کوئی شخص کسی بھی سبب کے بغیر اپنے مال و جان میں آپ کا شراکت دار ہو اور آپ کو سب لوگوں پر ترجیح دے۔

❑ اگر میں نے "بُلَنسِیَہ" کی دو شخصیات مظفر اور مبارک① کو نہ دیکھا ہوتا تو میں یہی سمجھتا کہ ہمارے دور میں یہ چیز ناپید ہے، لیکن یہ دو ایسے شخص دیکھنے میں آئے جو باعث تفریق حالات پیدا ہو جانے کے باوجود دوستی کے مکمل تقاضے پورے کرتے رہے۔

خامی نما خوبی

❑ "دوست واحباب کے دائرہ کی وسعت" ایک ایسی خوبی ہے جو تمام خوبیوں سے بڑھ کر خامی سے ملتی جلتی ہے، یہ خوبی کئی اجزاء سے مرکب ہے۔ بردباری، سخاوت،

---

① مظفر اور مبارک بنو عامر کے آزاد کردہ غلام تھے، انہوں نے ۴۰۱ھ میں اہل بلنسیہ کی مدد سے ایک مستقل ریاست قائم کی۔ ان کی باہمی دوستی تعجب خیز حد تک زندگی بھر قائم رہی۔ مشہور مؤرخ ابن حیان اندلسی کا بیان ہے کہ ان کی دوستی اور محبت کی مثال سگے بھائیوں میں بھی نہیں مل سکتی۔ ایک ہی دستر خوان پر کھانا کھاتے، ایک جیسا لباس پہنتے، سواری اسلحہ اور تزین و آرائش کی چیزیں بھی مشترکہ طور پر استعمال کرتے، بیویوں کو چھوڑ کر ان کی زیر ملکیت کسی بھی چیز کو کسی ایک کی طرف منسوب کرنا مشکل ہوتا۔ ان کے اہل خانہ بھی محلات میں ایک ہی جگہ رہائش پذیر ہوتے۔ (الذخیرہ فی محاسن اهل الجزیرہ: ۳/۱/۱۵)

صبر، وفاداری، شجاعت و بہادری، باہمی شراکت، پاک دامنی، حسن مدافعت اور تعلیم و تعلم یہ سب ایسے پسندیدہ اوصاف ہیں جن کے ذریعے دوست بنائے جاتے ہیں۔

☐ میری مراد اچھے دنوں میں بننے والے دوست واحباب سے نہیں ہے، وہ تو چور، بد باطن اور ایسے لوگ ہوتے ہیں جنہیں نہ ہوتے ہوئے بھی دوست سمجھ لیا جاتا ہے، اس کی دلیل یہ ہے کہ جب دنیا رخ موڑ لیتی ہے تو یہ وہ کنارہ کش ہو جاتے ہیں۔

☐ نہ ہی میری مراد لالچ اور طمع کی خاطر بننے والے دوستوں سے ہے، مے نوشی کے رفقاء، برے کاموں اور جرائم کے لئے اکٹھے رہنے والے، لوگوں کی عزت لوٹنے کے لئے ایک دوسرے سے مانوس ہونے والے، بے فائدہ اور فضول کاموں کے لئے جمع ہونے والوں سے بھی میری مراد نہیں ہے، ایسے لوگ دوست نہیں ہوتے یہ تو ایک دوسرے کو نقصان بھی پہنچاتے ہیں اور جن خسیس حرکتوں کی خاطر اکٹھے ہوتے ہیں ان کے خاتمے کے ساتھ ہی ایک دوسرے سے منہ موڑ لیتے ہیں۔ میری مراد کسی ظاہری مقصد سے ہٹ کر محض اللہ کی رضا کی خاطر بننے والے ان ''اخوان صفا'' سے ہے جو یا تو اچھی خوبیوں میں ایک دوسرے کی مدد کے لئے یا محض رضائے الٰہی کی خاطر دوستی اختیار کرتے ہیں۔

دوست واحباب کا دائرہ وسیع ہونے کے نقصانات

اگر آپ اچھے دوستوں کا دائرہ وسیع ہونے کی خامیاں سامنے رکھیں تو یہ بے شمار ہیں:

۱- انہیں خوش رکھنا انتہائی مشکل ہے۔

۲- ان کے ساتھ ''شراکت داری'' میں خسارہ ہوتا ہے۔

۳- اگر آپ پریشانی کے وقت انہیں چھوڑ دیتے ہیں تو آپ قابل ملامت اور لائق مذمت ہوں گے اور اگر ان سے وفاداری کرتے ہیں تو آپ کو بسا اوقات

ہلاکت خیز حد تک نقصان اٹھانا پڑے گا، کیونکہ دوستی رکھنے والا ایک اچھا شخص اس سے کم پر خوش نہیں ہوتا۔

۴- اگر آپ انہیں اپنی پریشانی، ان کی وفات، جدائی اور بوقتِ ضرورت رفاقت چھوڑ دینے کے بارہ میں متفکر ہوں تو ان کی بدولت حاصل ہونے والی خوشی، اس دردناک غم کے مقابلہ میں کچھ حیثیت نہیں رکھتی۔

خوبی نما خامی

لوگوں کی ''تعریف'' ایک ایسی خامی ہے جو تمام خامیوں سے بڑھ کر ''خوبی'' سے ملتی جلتی ہے، اس کی دلیل یہ ہے کہ منہ پر تعریف کیے جانے کی بنا پر خوش ہونا ''کم عقلی'' ہے، مدح سرائی کے بارہ میں رسول اللہ ﷺ کا فرمان کسی سے مخفی نہیں ہے۔① لیکن کبھی کبھی اس کے ذریعے برائی سے رکنے اور نیکی میں سبقت لے جانے کا فائدہ بھی اٹھایا جا سکتا ہے، علاوہ ازیں اس سے سننے والے شخص میں نیک عمل کرنے کی رغبت بھی پیدا ہو جاتی ہے۔

میں نے کسی سیاست دان کا سچا واقعہ سنا ہے کہ اس کی ملاقات ایک ایسے شخص سے ہوئی جو لوگوں پر ظلم کرنے میں پیش پیش اور برے کاموں میں نامی گرامی تھا، اس سیاست دان نے تعریف کرتے ہوئے کہا ''تمہاری اتقاء و صالحیت کا بڑا شہرہ ہے، لوگوں کے ساتھ حسن سلوک اور نیکی میں تمہارا بڑا نام ہے۔'' یہی چیز اس فاسق و فاجر کے لئے بہت سے برے کاموں سے باز آ جانے کا باعث بن گئی۔

نصیحت اور چغل خوری

نصیحت اور خیر خواہی کے کچھ ایسے انداز بھی ہیں جنہیں چغل خوری سے امتیاز دینا مشکل ہو جاتا ہے مثلاً:

۱- اگر کوئی شخص کسی کو دوسرے پر بے جا تنقید کرتے ہوئے یا اس کے خلاف سازش

---

① رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے کہ ''مدح سرائی کرنے والوں کے چہروں پر خاک ڈالو''۔ (صحیح مسلم، ح: ۳۰۰۲)

کرتے ہوئے بنے اور سننے والا متعلقہ شخص سے اس بات کو چھپا لے تو چھپانے والے کو ظالم اور قابل مذمت سمجھا جائے گا۔

۲- اس کے برعکس اگر وہ متعلقہ شخص کو روبرو ہو کر آگاہ کر دے تو یہ چیز ناقد اور سازشی شخص کے لئے قبل از وقت اذیت رسانی کا موجب بن سکتی ہے، بتلانے والا یہ شخص اس پر ظلم کر رہا ہوگا کیونکہ کسی ظالم سے اس کے ظلم سے زیادہ انتقام لینا ناحق ہے، گویا ارباب دانش اور عقل مند لوگوں کو چھوڑ کر باقی لوگوں کے لئے اس سے بچنا بہت مشکل ہے۔

ایسی صورت میں ایک عقل مند کی رائے یہ ہوگی کہ وہ متعلقہ شخص کو بات بتانے کے بجائے کہنے والے سے تحفظ فراہم کرے، مبادا بات بڑھ کر اس کی اپنی ہلاکت کا باعث بن جائے۔

جہاں تک سازش کا تعلق ہے تو اس سلسلہ میں سننے والے کا فرض ہے کہ وہ ایسا لطیف انداز اختیار کرے کہ سازش کرنے والے کو بھی اس کا پتہ نہ چلے اور متعلقہ آدمی بھی اسے معلوم کئے بغیر اس سے محفوظ رہ جائے، اس سے بڑھ کر کوئی اقدام نہ کرے۔ اس طرح یہ ایک ناقابل اعتراض عمل ہوگا کیونکہ چغل خوری اس چیز کا نام ہے کہ کسی کی ایسی بات متعلقہ شخص تک پہنچائی جائے جس میں اس کا کوئی نقصان نہ ہو۔ توفیق اللہ تعالیٰ ہی کے اختیار میں ہے۔

☐ نصیحت دو دفعہ ہوتی ہے، پہلی دفعہ فریضہ کی ادائیگی اور دیانت داری کے طور پر اور دوسری دفعہ یاد دلانے کے طور پر، جب کہ تیسری دفعہ ڈانٹ اور سرزنش ہوتی ہے، اس کے بعد پٹائی کرنے اور سزا دینے کے علاوہ کچھ نہیں ہوتا۔ تاہم مذہبی حوالے سے آدمی کے لئے ضروری ہے کہ ''منصوح'' خوش ہو یا ناخوش اور ''ناصح'' کو بار بار نصیحت کرنے پر اذیت ہو یا نہ ہو وہ خیرخواہی کے طور پر نصیحت کرتا رہے۔

انداز نصیحت

☐ جب آپ کسی کو نصیحت کرنا چاہیں تو اسے در پردہ نصیحت کریں، سر عام نہ ہو، اسی طرح اشارہ اور کنایہ میں کریں، دو ٹوک الفاظ میں نہ ہو البتہ اگر وہ اشارہ و کنایہ کو نہ سمجھ رہا ہو تو صراحت بھی ضروری ہو جاتی ہے۔

☐ کسی شخص کو اس شرط پر بھی نصیحت نہ کریں کہ وہ ہر صورت اس پر عمل پیرا ہو۔

☐ اگر آپ مذکورہ بالا طریقوں سے آگے بڑھ جاتے ہیں تو سمجھئے کہ آپ ناصح نہیں ظالم ہیں۔ بجائے اخوت و دیانت داری کا حق ادا کرنے کے تسلط اور فرماں روائی کے خواہش مند ہیں جب کہ عقل اور دوستی اس چیز کا تقاضا نہیں کرتی، یہ طریق کار تو حکمرانوں کا رعایا کے ساتھ، مالک کا مملوک کے ساتھ یا آقا کا غلام کے ساتھ ہوتا ہے۔

☐ اپنے دوست سے اتنا کام کہیں جتنا آپ خود اس کے کام آتے ہیں، اگر آپ اس سے زیادہ مطالبہ کرتے ہیں تو آپ ظالم ہیں۔

☐ اپنے دوست سے اسی صورت میں کوئی چیز حاصل کریں جب آپ کو اس کی ضرورت ہو۔

☐ عہدہ و منصب بھی چھوڑ دینے کی شرط پر قبول کریں وگرنہ آپ کمینہ خصلت بن کر خود کو نقصان پہنچا رہے ہوں گے۔

مروّت اور چشم پوشی

☐ خود غرض اور موقع پرست لوگوں سے چشم پوشی اور تغافل مروت ہے نہ خوبی، بلکہ یہ رسوائی اور کمزوری ہے، ایسا کرنا انہیں بھی غلط عادت کا رسیا بنانے، مفت خوری کی عادت ڈالنے اور برائی میں مدد کرنے کے مترادف ہے۔

☐ ایسے لوگوں سے چشم پوشی کرنا مروت ہے جو انصاف پسند ہوں، انصاف اور انصاف

پسندوں کی طرف لپک کر آنے والے ہوں۔ اچھے لوگوں کا فرض ہے کہ وہ اس قسم کے لوگوں سے ایسا ہی برتاؤ کریں، بالخصوص جب انہیں ضرورت یا مجبوری ہو۔

دوست اور خود غرض کی پہچان

اگر چشم پوشی اور تجاہل عارفانہ کے ضروری ہونے کے مذکورہ اصول پر اعتراض کیا جائے کہ اس کا لازمی نتیجہ یہ ہے کہ دوست، دشمن اور ناواقف لین دین میں مساوی ہیں، حالانکہ یہ بات بالکل غلط ہے۔

تو اس کا جواب یہ ہے کہ چشم پوشی، تجاہل عارفانہ اور ایثار و قربانی بجائے مفت خوروں کے مخلص دوستوں کا حق ہے۔

اگر دونوں کو پہچاننا چاہیں تو کوئی ایسا موقع مدنظر رکھیں جس میں آدمی خود کو قابل ایثار سمجھتا ہو۔ ایسی صورت میں دونوں کو دیکھنا ہوتا ہے کہ کسے زیادہ ضرورت ہے اور کون زیادہ مجبور ہے؟ دوستی اور مروّت یہ تقاضا کرے گی کہ آپ کا دوست ایثار کی راہ اپنائے۔

اگر وہ ایسے نہیں کرتا تو وہ مفت خور اور لالچی ہے، لہذا اس سے قطعاً چشم پوشی نہ کی جائے کیونکہ وہ نہ دوست ہے اور نہ بھائی۔

اگر دونوں کی ضرورت یکساں ہو اور مجبوری بھی برابر ہو تو ایسے موقع پر دوستی کا تقاضا یہ ہے کہ دونوں ایک دوسرے کو ترجیح دینے میں پہل کریں، اگر وہ ایسا کرتے ہیں تو وہ واقعی دوست ہیں اور اگر ایک سبقت کرتا ہے اور دوسرا سبقت نہیں کرتا تو یہ دیکھیں کہ آیا یہ اس کا معمول بن چکا ہے اگر ایسے ہے تو وہ دوست نہیں ہے، لہذا اس سے دوستانہ سلوک نہ کیا جائے، لیکن اگر وہ دوسرے ایسے ہی موقع پر سبقت لے جاتا ہے تو سمجھیں کہ وہ دوست ہے۔

لوگوں سے تعاون کا اصول

کسی شخص کا مطلوبہ کام اسی طور سے سرانجام دیں جیسے وہ چاہتا ہے، وگرنہ سرے

سے سرانجام ہی نہ دیں، اگر آپ ایسا نہیں کرتے تو بجائے احسان کے بدسلوکی کر رہے ہیں، اس کی طرف سے اور باقی لوگوں کی طرف سے بجائے شکریہ کے طعن و تشنیع اور بجائے دوستی کے دشمنی کے مستحق ہیں۔

دوست کی خیر خواہی

دوست کو کسی کے حوالے سے ایسی بات نہ سنائیں جو اس کے لئے باعث اذیت بھی ہو اور اسے کوئی فائدہ بھی نہ ہو، کیونکہ یہ گھٹیا لوگوں کا کام ہے۔ اس سے کوئی ایسی چیز اوجھل بھی نہ رکھیں جو اس کے لئے باعث ضرر ہو، یہ بھی برے لوگوں کا ردیہ ہے۔

لوگوں کی تعریف وتنقید

- ☐ اگر آپ کی تعریف غیر موجود خوبی کے ذریعے کی جا رہی ہو تو بجائے خوش ہونے کے رنجیدہ ہوں، کیونکہ اس طرح لوگوں کو آپ کی خامی سے آگاہ کیا جا رہا ہے اور خوبی ذکر کرنے والا آپ کا مذاق اڑا رہا ہے، اس سے احمق اور کم عقل ہی خوش ہوتا ہے۔
- ☐ اگر غیر موجود خامی کی بنا پر تنقید ہو رہی ہو تو آپ پریشان نہ ہوں بلکہ خوش ہوں کیونکہ یہ تو خوبی ہے جس سے لوگوں کو آگاہ کیا جا رہا ہے۔
- ☐ اگر آپ میں کوئی قابل تعریف خوبی ہے تو آپ کو اس کی بنا پر خوش رہنا چاہیے، خواہ اس کی وجہ سے آپ کی تعریف ہو یا نہ ہو۔
- ☐ اگر آپ میں کوئی بری عادت پائی جاتی ہے تو آپ کو اس کی وجہ سے پریشان ہونا چاہیے، خواہ تنقید ہو یا نہ ہو۔

دوست کی بیوی کے متعلق سنی گئی بات

اگر کوئی شخص آپ کے دوست کی بیوی کے بارے میں کوئی بری بات کہہ رہا ہو تو وہ اسے اپنے دوست تک ہرگز نہ پہنچائیں، خاص طور سے اگر بات بیان کرنے والا خامیاں

بیان کرنے کا خوگر، لوگوں کی عزت پر حملہ کرنے والا اور زبان دراز ہو یا وہ اپنی خامی کے دفاع کے لئے یا اس لئے ایسے کر رہا ہو کہ ایسے لوگ اور بھی پیدا ہوں کیونکہ یہ طریقہ لوگوں میں بکثرت پایا جاتا ہے۔

آدمی کو وہی بات آگے بیان کرنی چاہیے جو حقیقت پر مبنی ہو، جب کہ مذکورہ بات کے بارے میں کوئی پتہ نہیں کہ وہ سچ ہے یا جھوٹ، لیکن مذہبی حوالے سے یہ بہت خطرناک ہے۔

اگر آپ کئی لوگوں سے یہ بات سنیں اور یہ سمجھیں کہ بات عام ہو گئی ہے اور اس کی بنیاد ایک ہی شخص نہیں ہے یا حقیقت حال سے خود آگاہ ہو جائیں لیکن اسے بالوضاحت اپنے دوست کے سامنے بیان نہ کر سکتے ہوں تو اسے علیحدگی میں نرمی کے ساتھ آگاہ کر دیں، اور کہیں کہ "دنیا میں عورتوں کی کوئی کمی نہیں" یا اس طرح کہیں کہ "اپنے گھر کا خیال رکھا کریں اور اپنے اہل خانہ کو تہذیب و شائستگی سے روشناس کرائیں" یا کہیں کہ "اس قسم کی چیزوں سے بچ کر رہو"۔

اگر وہ شخص نصیحت قبول کر لے تو اس نے اپنا مقصد پا لیا ورنہ آپ خاموش ہو جائیں اور اس سے اس موضوع پر دوبارہ بات نہ کریں لیکن اس سے دوستی کو برقرار رکھیں، کیونکہ اس کی طرف سے تصدیق نہ ہونے کا یہ تقاضا نہیں کہ آپ اس سے قطع تعلق ہو جائیں۔

گھریلو بد اخلاقی کی اصلاح کیسے؟

اگر آپ حقیقت حال سے آگاہ ہونے کے بعد اپنے دوست کے سامنے اس کی گھریلو بد اخلاقی بیان کر سکتے ہوں تو اسے بتانا ضروری ہے اسے دوٹوک الفاظ میں بتا دیں، اگر وہ اپنی حالت تبدیل نہ کرے تو اس سے کنارہ کش ہو جائیں کیونکہ وہ گھٹیا شخص ہے اچھائی اور پاک باطنی سے عاری ہے۔

عورت اگر کسی کے گھر میں چپکے سے جاتی ہو تو اس کی بھی یہی حیثیت ہے، ان دو

باتوں سے بڑھ کر کوئی دلیل تلاش کرنا کم عقلی ہے، ایسی عورت سے کنارہ کش ہونا اور جدا ہو جانا بہر کیف بہتر ہے، ایسی عورت کو اپنے پاس رکھنا والا شخص ''دَیُّوث'' ہے۔

مدح وستائش کے لحاظ سے لوگوں کی مختلف اقسام

مدح وستائش کے لحاظ سے لوگوں کی سات قسمیں ہیں:

۱- کچھ لوگ منہ پر تعریف کرتے ہیں اور عدم موجودگی میں تنقید کرتے ہیں، یہ زبان دراز منافقوں کا طریقہ ہے، علاوہ ازیں یہ عادت لوگوں میں عام اور بکثرت موجود ہے۔

۲- کچھ لوگ موجودگی اور عدم موجودگی دونوں صورتوں میں نکتہ چینی کرتے ہیں۔ یہ بے حیا اور زبان دراز لوگوں کی عادت ہے۔

۳- لوگوں کا ایک طبقہ ممدوح کے سامنے بھی تعریف کرتا ہے اور اس کی عدم موجودگی میں بھی، یہ لالچی اور چاپلوس لوگوں کا طریقہ ہے۔

۴- کچھ لوگ ایسے ہیں جو منہ پر تو تنقید کرتے ہیں لیکن عدم موجودگی میں تعریف کرتے ہیں یہ احمقوں اور بے وقوفوں کا رویہ ہے۔

۵- مذکورہ بالا لوگوں کے مقابلے میں اچھے لوگوں کے دو اسلوب ہیں:

۱- وہ کسی کے سامنے تو تعریف نہیں کرتے لیکن عدم موجودگی میں اس کے ثنا خواں ہوتے ہیں۔

۲- یا پھر وہ دونوں صورتوں میں تنقید سے باز رہتے ہیں۔

۶- کچھ لوگ ایسے بھی ہیں جو زبان دراز تو ضرور ہیں لیکن منافقت اور بے وقوفی سے بالاتر ہیں۔

۷- اہل عافیت وہ ہیں جو کسی کے سامنے بھی اور عدم موجودگی میں بھی اس کی تعریف و تنقید دونوں سے کنارہ کش رہتے ہیں۔

میں نے مذکورہ بالا تمام قسم کے لوگ دیکھے بھی ہیں اور ان سے میرا سابقہ بھی رہا ہے۔

نصیحت کرنے کا صحیح طریقہ

☐ اگر آپ کسی کو تنہائی میں نرم لہجے کے ساتھ نصیحت کریں تو اس کے سامنے بیان کی جانے والی خامی اپنے علاوہ کسی اور کی طرف منسوب نہ کریں ورنہ آپ چغل خور ہیں۔

☐ اگر آپ نصیحت کرتے ہوئے درشت رویہ اختیار کرتے ہیں تو یہ برانگیختہ کرنے اور نفرت دلانے والی بات ہے جب کہ ارشاد باری تعالی ہے:

﴿فَقُوْلَا لَهٗ قَوْلًا لَّيِّنًا﴾①

(اے موسیٰ وہارون) تم دونوں اس (فرعون) سے نرم لہجے میں بات کرنا''

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے: " لَا تُنَفِّرُوْا "② ''تم کسی کو متنفر نہ کرو''۔

اگر آپ قبول کرنے کی شرط لگا کر نصیحت کرتے ہیں تو آپ ظالم ہیں کیونکہ ہو سکتا ہے کہ آپ نصیحت کرنے میں غلطی پر ہوں، ایسے میں آپ غلط بات ماننے اور صحیح بات چھوڑنے کا مطالبہ کر رہے ہوں گے۔

کوئی بھی کام فائدے سے خالی نہیں ہوتا

ہر چیز کا کوئی نہ کوئی فائدہ ضرور ہوتا ہے، میں نے بے وقوفوں کی سخت تنقید سے بہت فائدہ اٹھایا، اس سے میرا ضمیر روشن ہوا، میرا دل غصے سے بھڑک اٹھا، میری سوچ و بچار میں جوش پیدا ہوا اور میری رفتارِ عمل تیز ہوگئی، یہ چیز میرے لئے بیش بہا تصنیفات مرتب کرنے کا باعث بنی۔ اگر وہ مجھے سکون سے حرکت میں نہ لاتے اور میری خوابیدہ صلاحیتوں کو نہ سلگاتے تو میں ان تصنیفات کے لئے تیار نہ ہوتا۔

---

① سورة طه آیت: ۴۴

② صحیح البخاری، کتاب الادب، باب قول النبی "یسروا ولا تعسروا" (حدیث: ٦٢٥)

سسرالی رشتہ قائم کرنے کا اصول

کسی بھی دوست سے سسرالی رشتہ قائم کرو نہ ہی تاجرانہ تعلق، کیونکہ یہ دونوں کام تعلقات کے ختم ہونے کا سبب بنتے ہیں، اگر جاہل یہ سمجھیں کہ اس سے تعلقات پختہ ہوتے ہیں تو یہ بات غلط ہے۔ کیونکہ یہ دونوں معاہدے طرفین کو اپنے اپنے حقوق کا مطالبہ کرنے پر آمادہ کرتے ہیں، دوسروں کے لئے جذبہ وایثار رکھنے والوں کی تعداد بہت کم ہے، جب ہر فریق اپنے حق کا مطالبہ کرنے پر مصر ہو تو یہ چیز بالآخر اخلاقیات سے گر جانے پر منتج ہوتی ہے۔

باہمی رشتہ داروں کا سسرالی تعلق انجام کار کے لحاظ سے محفوظ ترین ہوتا ہے، کیونکہ قرابت داری نہ چاہتے ہوئے بھی عدل وانصاف کا تقاضا کرتی ہے، اس کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ ایک ہی خاندان کا خونی رشتہ جسے ختم نہیں کیا جا سکتا، فطرتاً ہر ایک کو دوسرے کے دفاع اور اس کی حمایت پر مجبور کرتا ہے۔

* * *

باب:6

محبت

محبت

محبت کی تمام اصناف ایک ہی نوع سے تعلق رکھتی ہیں۔

محبت کسے کہتے ہیں؟

محبوب کو چاہنا، اس کی نفرت سے بچنا اور اس سے محبت کے عوض محبت حاصل کرنے کی خواہش رکھنا، محبت کہلاتا ہے۔

لوگوں کے ذہنوں میں اس کی اصناف اس لئے مختلف ہیں کہ اس سے ان کے اغراض و مقاصد مختلف ہوتے ہیں اور ان کے اغراض و مقاصد کا اختلاف ان کے وابستہ لالچ اور امید میں کمی بیشی کی بنیاد پر ہے۔

محبت کی قسمیں

محبت کی مختلف قسمیں ہیں:

☐ اللہ کی رضا کے لئے محبت کرنا۔

☐ کچھ مقاصد میں یکسانیت کی بنا پر محبت کرنا۔

☐ باپ، بیٹے، دوست، بیوی، محسن، مرکزِ امید اور معشوق کی محبت۔

☐ ان سب کی نوع ایک ہی ہے البتہ اصناف مختلف ہیں اور وہ بھی محبوب سے حاصل ہونے والے مقصد کے مختلف ہونے کی بنا پر ہیں۔

☐ کئی باپ بیٹے کی وفات کے غم میں فوت ہو گئے۔ اسی طرح کئی عاشق اپنے معشوق کے غم میں جان سے ہاتھ دھو بیٹھے، کئی خدا رسیدہ اللہ تعالی سے محبت اور اس سے خوف کے باعث آہ بھر کر اپنی جان جان آفریں کے سپرد کر گئے۔

☐ کچھ لوگوں کو اپنے حکمران اور دوست کی خاطر بالکل اسی طرح غیرت آتی ہے، جیسے شوہر کو بیوی اور عاشق کو معشوق کے بارہ میں۔

محبت کرنے والوں کے مقاصد

❑ محبت کے پیچھے کم از کم یہ عنصر کارفرما ہوتا ہے کہ جس سے محبت ہے آپ اس سے لطف اندوز ہوں، اس کی نظروں میں آپ کا ایک مقام ہو اور آپ کو اس کا قرب حاصل ہو، اللہ تبارک وتعالیٰ سے محبت کرنے والوں کی یہی غرض وغایت ہے۔

❑ محبت کے مقاصد میں محبوب کا ہم نشین ہونا، اس سے محوِ گفتگو ہونا اور اس کا غم خوار ہونا بھی شامل ہے، حکمران، دوست اور خونی رشتہ داروں سے محبت اسی وجہ سے ہوتی ہے۔

❑ محب کا محبوب سے انتہائی مقصد یہ ہوتا ہے کہ خواہش کے وقت ان کے اعضاء ایک دوسرے سے گھل مل جائیں، محبوب کے جسم کو ہاتھ لگانا اور بوسہ دینا بھی اسی زمرہ میں آتا ہے۔

❑ ان میں سے کچھ چیزیں اولاد سے محبت کے دوران والد کے پیش نظر بھی ہوتی ہیں، اس لئے کہ وہ انہیں بوسہ دینے اور گلے لگانے کی حد تک پہنچ جاتا ہے۔

محبت کی مذکورہ اقسام محبوب سے وابستہ لالچ اور امید کے مطابق ہوتی ہیں، جب کسی عارضے کے باعث کسی چیز سے امید ختم ہو جائے تو دل کا میلان دوسری ایسی چیز کی طرف ہو جاتا ہے جس سے امید وابستہ ہو۔

دیدارِ باری تعالیٰ کے خواہش مند

اللہ تبارک وتعالیٰ کے دیدار کا عقیدہ رکھنے والے اس کے حصول پر اس قدر فریفتہ ہوتے ہیں کہ وہ اس سے کم درجہ پر قناعت کے لئے تیار نہیں ہوتے، اس کی بڑی وجہ یہ ہے کہ انہیں اس کی امید ہوتی ہے، جب کہ اس کا انکار کرنے والوں کو اس کی تمنا وآرزو نہیں ہوتی، اس کہ بڑی وجہ یہ ہے کہ وہ اس کے امیدوار نہیں ہوتے، وہ صرف جنت میں جانے پر اکتفا کرتے ہیں، اس سے بڑھ کر ان کی کوئی تمنا نہیں ہوتی۔

عورتوں سے محبت

❑ محرم خواتین سے نکاح کو جائز سمجھنے والے لوگ ان سے اتنی محبت پر قناعت نہیں کرتے جتنی پر ان کو محرم سمجھنے والے کرتے ہیں، یہی وجہ ہے کہ ان کی محبت کی انتہا وہاں نہیں ہوتی جہاں انہیں محرم سمجھنے والوں کی ہوتی ہے۔

❑ زرتشت اور یہودی بیٹی اور بھتیجی سے شادی جائز سمجھتے ہیں، اس لئے ان کی محبت وہاں نہیں ٹھہرتی جہاں مسلمانوں کی محبت آ کر رک جاتی ہے، یہ دونوں قومیں ہمیں بیٹی اور بھتیجی سے ایسا ہی عشق کرتی نظر آتی ہیں جیسا مسلمان ان عورتوں سے کرتے ہیں جن سے شادی کے خواہش مند ہوتے ہیں، کوئی مسلمان ان دونوں سے محبت میں اس درجہ پر نہیں پہنچے گا خواہ یہ خواتین سورج سے زیادہ حسین اور مسلمان پرلے درجے کا زانی اور عشق باز ہو۔ اگر شاذ ونادر کوئی شخص ایسا ہو بھی تو وہ ایسا بے دین ہوگا جس کی غیرت کا جنازہ اٹھ چکا ہو، وہ جنت سے ناامید ہو چکا ہو اور محض دنیا کے لالچ اور محبت کا دروازہ اس کے سامنے کھلا رہ گیا ہو۔

❑ یہ ہوسکتا ہے کہ ایک مسلمان کو اپنی ''کزن'' (چچازاد یا ماموں زاد) سے اس قدر محبت ہو جائے کہ وہ ''عشق'' کا درجہ اختیار کر کے بیٹی اور بھتیجی کی محبت سے بڑھ جائے خواہ وہ دونوں اس سے زیادہ حسین ہوں، کیونکہ اسے اپنی چچازاد سے وہ کچھ حاصل ہونے کی امید ہوتی ہے جو بیٹی اور بھتیجی سے نہیں ہوتی۔

❑ عیسائی اپنی چچازاد سے بھی اس قدر محبت کرنے سے محفوظ دکھائی دے گا۔ کیونکہ وہ اس کا خواہشمند نہیں ہوتا لیکن وہ اپنی رضاعی بہن سے محفوظ نظر نہیں آئے گا کیونکہ وہ اپنی شریعت کے مطابق اس سے محظوظ ہونے کا خواہاں ہے۔

❑ اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ محبت کی جنس ایک ہے البتہ اس کے مقاصد کے پیش نظر اس کی اقسام مختلف ہیں وگرنہ تمام انسانوں کی فطرت تو یکساں ہے، البتہ رسم ورواج اور مذہبی عقیدت مندی کا الگ سے اثر ہوتا ہے۔

مختلف چیزوں کی چاہت میں قدرِ مشترک

☐ امید اور لالچ سے متعلق یہ نظریہ صرف محبت ہی کے بارہ میں نہیں ہے بلکہ مال و دولت اور دیگر امور میں بھی امید ہی ہر عزم کی محرک ہے۔

☐ اگر کسی شخص کا ہمسایہ، ماموں، پھوپھی زاد بھائی، سوتیلا چچا، سوتیلا بھتیجا، نانا یا نواسا فوت ہو جائے تو اسے ان کی وفات کا صدمہ ہونے کے باوجود ان کی وراثت نہ ملنے کا کوئی افسوس نہیں ہوتا کیونکہ اسے اس کی امید نہیں ہوتی اس کے برعکس اگر کوئی دور کا ایسا رشتہ دار فوت ہو جائے جس کی وراثت کی اس نے امید لگا رکھی ہو اور اسے اس میں کچھ حصہ نہ ملے تو وہ بہت زیادہ پریشان اور فکر مند ہو جاتا ہے۔

☐ باقی معاملات کی بھی یہی صورت حال ہے، مثلاً چھوٹے طبقہ سے تعلق رکھنے والا شخص اس بات کی پرواہ نہیں کرے گا کہ کوئی شخص اس سے رائے لئے بغیر یا اسے نزدیک لائے بغیر یا کوئی عہدہ دیئے بغیر شہر کے انتظامی امور سرانجام دے رہا ہے، اگر اسے یہ عہدہ و منصب ملنے کی توقع ہو تو اسے اس قدر پریشانی ہوگی کہ شاید وہ اس کی بنا پر اپنی جان سے ہاتھ دھو بیٹھے اور اپنی دنیا و آخرت تباہ و برباد کر لے۔

☐ کسی چیز کی امید رکھنا اور اس کا لالچ و طمع کرنا ہر قسم کی ذلت اور پریشانی کی بنیاد ہے اور یہ بری عادت ہے۔ دل کی بے نیازی اس کے برعکس ہے اور یہ خوبی جود و سخا اور عدل و انصاف، فہم و فراست اور شجاعت و بسالت کا مرقع ہے۔

اس میں یہ چار چیزیں اس لئے موجود ہیں کہ:

☐ ایسا شخص جب دیکھتا ہے کہ لالچ اور طمع میں فائدہ کم ہے تو وہ اس سے گریز کرتا ہے، اور اس میں بہادری پیدا ہوتی ہے جو عزت نفس کا باعث بنتی ہے اور وہ بے نیازی اختیار کر لیتا ہے۔ جب کہ طمع و لالچ ان کی متضاد عادتوں ''بزدلی، بخل، ظلم اور بے وقوفی'' کا مجموعہ ہے۔

☐ کسی چیز کی چاہت، لالچ کی حد سے بڑھی ہوئی شکل ہے، اگر ''لالچ'' نہ ہوتو کوئی بھی شخص ذلیل نہ ہو۔

☐ مجھے جناب ابوبکر بن ابوفیاض رحمۃ اللہ علیہ نے بتایا ہے کہ جناب عثمان بن محاسن رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے گھر کے دروازے پر یہ الفاظ تحریر کررکھے تھے:

''اے عثمان! کسی چیز کا لالچ نہ کرنا''۔

محبت سے متعلق مختلف اقوال وآراء

☐ کسی ناپسندیدہ شخص کے نزدیک رہنے کی آزمائش محبوب سے جدائی کی آزمائش کے برابر ہے، دونوں میں کوئی فرق نہیں ہے۔

☐ جب کوئی محبّ بے غم ہوکر اپنے محبوب کو بلاتا ہے تو اس کی التجا کی قبولیت یقینی ہوتی ہے اور اس کی درخواست منظور ہوتی ہے۔

☐ آپ اپنے ہم نشین پر مطمئن رہیں وہ آپ پر مطمئن رہے گا۔

خوش نصیب محبّ

☐ محبت میں خوش نصیبی یہ ہے کہ کوئی شخص ایسے انسان کی محبت کا اسیر ہو جسے وہ اپنے دام محبت میں لانے پر قادر ہو اور اسے نبھانے میں نہ تو اسے اللہ تعالی کی طرف سے کوئی مواخذہ ہو اور نہ لوگوں کی طرف سے ملامت کا سامنا ہو۔

☐ محبت میں عمدگی کا درجہ یہ ہے کہ محبّ اور محبوب ایک دوسرے کے ہم خیال ہوں۔

☐ محبت میں آزادی یہ ہے کہ دونوں اکتاہٹ سے محفوظ ہوں، کیونکہ یہ بھی ایک ناپسندیدہ چیز ہے۔

☐ محبت کا درجہ کمال یہ ہے کہ دونوں کے ایام محبت اور باہم محظوظ ہونے کا دورانہیں کوئی گزند نہ پہنچائے، جب کہ یہ جنت کے علاوہ کہیں میسر نہیں آسکتا، اس کی یقینی ضمانت صرف اور صرف وہیں ہے کیونکہ وہ ''دارالقرار'' ہے۔ اگر یہ سب کچھ دنیا ہی

میں مل جائے تو ہمیں مصائب اور پریشانیوں کا خدشہ ہی نہ رہے اور زندگی بھی بے کیف گزرے۔

محبت اور غیرت

☐ جب غیرت ختم ہو جائے تو محبت کے ختم ہونے کا یقین کر لیں۔

☐ غیرت اعلیٰ درجے کی خوبی ہے اور یہ شجاعت اور عدل وانصاف کا مرکب ہے۔

☐ جو شخص عدل پسند ہو وہ نہ خود کسی کا تقدس پامال کرتا ہے اور نہ کسی کو اپنا تقدس پامال کرنے دیتا ہے۔

☐ جس کی فطرت میں شجاعت مرکوز ہو اس میں عزت و وقار آ جاتا ہے اور وہ ظلم کو ناپسند کرتا ہے۔

☐ میرے ایک دیرینہ دوست نے مجھے بتایا کہ وہ محبت میں پڑنے سے پہلے غیرت نام کی کسی چیز سے بالکل ناآشنا تھا جب وہ دامِ محبت میں آیا تو اس میں غیرت پیدا ہوگئی۔ یہ بات بتانے والا بدطینت اور غلط مزاج تھا، تاہم وہ صاحبِ فہم وفراست اور فراخ دل تھا۔

محبت کے درجے

☐ محبت کے پانچ درجے ہیں:

۱- پہلا درجہ ''استحسان'' ہے، اس دوران منظورِ نظر کی شکل خوب صورت لگتی ہے اور اس کے اخلاق پسندیدہ نظر آتے ہیں، یہ درجہ باہمی محبت کے زمرہ میں آتا ہے۔

۲- دوسرا درجہ ''پسندیدگی'' ہے، اس منظورِ نظر کی چاہت ہوتی ہے اور محبِّ محبوب کے قرب کا خواہاں ہوتا ہے۔

۳- محبت کا تیسرا درجہ ''الفت'' ہے اس میں محبوب کے دکھائی نہ دینے سے تنہائی کا احساس ہوتا ہے۔

13827

۴- محبت کا چوتھا درجہ ''عشق'' ہے اس میں دل زیادہ تر محبوب کی یاد میں مگن رہتا ہے۔

۵- اس کے بعد ''دل گرفتگی'' کا درجہ ہے اس میں محبّ کا کھانا، پینا، اور نیند انتہائی کم ہو جاتی ہے، بسا اوقات یہ صورت حال اسے بیمار کر دیتی ہے، یا وہ بے تکی باتیں کرنے لگ جاتا ہے، یا موت کے منہ میں چلا جاتا ہے۔ یہ محبت کی انتہا ہے، اس کے بعد اس کا کوئی درجہ نہیں۔

عورت اور محبت

پہلے میں سمجھتا تھا کہ شوخ مزاج عورتوں میں ''عشق آشنائی'' زیادہ پائی جاتی ہے، پھر مجھے معلوم ہوا کہ بے ہنگم عورتوں میں یہ چیز زیادہ ہے بشرطیکہ ان کا دھیما پن ضعیف العقل ہونے کی وجہ سے نہ ہو۔

شکلوں کا حسن و جمال اور اس کی اقسام

مجھ سے حسن و جمال کے بارہ میں سوال کیا گیا تو میں نے یہ رائے دی کہ ''جمال'' اوصاف و محاسن کی دل آویزی، لطیف اداؤں، خفیف اشاروں اور دل میں صورت کی شبیہ کے اترنے کا نام ہے، اگرچہ ظاہری خوبیاں موجود نہ بھی ہوں۔

کسی بھی خوبی کی موزونیت اس کا الگ سے حسن و جمال ہے، بہت سے لوگ انفرادی خوبیوں کے لحاظ تو حسین و جمیل ہوتے ہیں لیکن مجموعی طور سے بے نقش چہرے والے حسن و رعنائی، کشش و جاذبیت، خوب صورتی اور جمال سے عاری ہوتے ہیں۔

جسمانی اعضا کے خوب صورت ہونے کے ساتھ ساتھ ان کی ظاہری کشش کو ''دل کشی'' کہتے ہیں، اس کا دوسرا نام ''حزاقت و نجابت'' ہے۔

ڈکشنری میں ایسے الفاظ ناپید ہیں جن کے ساتھ ''حسن'' کی تعریف بیان کی جائے، تاہم سب لوگوں کا اس بات پر اتفاق ہے کہ دیکھنے والوں کے دلوں میں اس کا احساس ضرور ہوتا ہے، یہ چہرے کا ایسا پہناوا اور ایسی چمک دمک ہے کہ دل اس کی طرف از خود

ائل ہو جاتے ہیں اور تمام لوگ اسے حسین سمجھنے پر متفق ہو جاتے ہیں، اگرچہ اچھی خوبیاں موجود نہ بھی ہوں، جو شخص بھی اسے دیکھتا ہے یہ اس کے دل میں اتر جاتا ہے، اسے عمدہ خیال کرتا اور منظور نظر بنا لیتا ہے، لیکن اگر خوبیوں کو فرداً فرداً بغور دیکھیں تو وہ کوئی زیادہ پرکیف دکھائی نہیں دے گا۔ یوں سمجھیں کہ یہ دیکھی جانے والی چیز کی ایسی خوبی ہے جسے ”ناظر“ کا دل محسوس کرتا ہے خوبصورتی کا یہ اعلیٰ ترین درجہ ہے، اس کے بعد چاہتیں مختلف ہو جاتی ہیں، کوئی جاذبیت کو ترجیح دیتا ہے تو کوئی حلاوت و شیرینی کو، تنہا موزونیت کو ترجیح دینے والا کوئی بھی دکھائی نہیں دیا۔

مذکورہ چیزوں کا کچھ کچھ جمع ہو جانا ”خوبصورتی“ کہلاتا ہے۔

* * *

باب نمبر: 7

عادات وخصائل

عادات وخصال

اندازِ زیست میں تبدیلی

مذموم متلون مزاجی یہ ہے کہ آدمی ایک پرتکلف اور بے مقصد انداز چھوڑ کر اسی جیسا دوسرا پرتکلف اور بے مقصد انداز اختیار کر لے اور بلا ضرورت ایک بے فائدہ کیفیت سے دوسری بے فائدہ کیفیت اپنا لے۔

☐ ضرورت کے مطابق ایک ممکن انداز اختیار کرنا پھر غیر ضروری اضافہ ترک کر دینا عقل ودانش اور حکمت ودانائی کا بہت بڑا سرچشمہ ہے۔

اسوۂ رسول ﷺ کی ایک جھلک

رسول اللہ ﷺ ہر اچھے کام میں اسوہ اور نمونہ تھے، اللہ تعالیٰ نے آں حضرت ﷺ کے اخلاق کی تعریف فرمائی ہے اور آپ ﷺ کی شخصیت میں تمام تر خوبیوں کو جمع کرنے کے ساتھ ساتھ ہر قسم کی خامی سے محفوظ بھی فرمایا ہے۔

☐ آپ ﷺ اپنے رفقاء کرام کے ساتھ شہر کے دوسرے کونے تک مریض کی عیادت کے لئے موزے، جوتا، ٹوپی اور عمامہ پہنے بغیر تشریف لے جاتے، اگر کوئی چیز میسر ہوتی تو سر مبارک ڈھانپ لیتے۔

☐ اگر مزین اور خوبصورت لباس میسر آ جاتا تو وہ بھی زیب تن فرما لیتے، نہ غیر ضروری تکلف کرتے اور نہ ہی ضروری چیز ترک کرتے۔

☐ جو چیز موجود ہوتی اسے استعمال کر کے غیر موجود چیز سے بے نیاز رہتے۔

☐ کبھی آپ ﷺ ننگے پاؤں پیدل چل رہے ہیں تو کبھی موزے پہنے ہوئے ہیں۔

☐ کبھی تیز رفتار خوب صورت خچر پر سوار ہیں تو کبھی بے زین گھوڑے پر سفر کر رہے ہے

ہیں۔

☐ کبھی اونٹنی کی سواری کر رہے ہیں تو کبھی گدھے پر بیٹھے ہوئے ہیں اور اپنے پیچھے کسی صحابی کو بٹھا رکھا ہے۔

☐ کبھی تازہ روٹی چھوڑ کر کھجور یا خشک روٹی کھا رہے ہیں تو کبھی اونٹنی کا بھنا ہوا گوشت، فروٹ، تازہ کھجوروں اور مٹھائی سے محظوظ ہو رہے ہیں۔

☐ آپ ﷺ قابل گزارہ سامان خورد ونوش اپنے پاس رکھ لیتے اور زائد از ضرورت بے دریغ سخاوت کر دیتے تھے۔

☐ ضرورت سے بڑھ کر تکلف نہ فرماتے تھے۔

☐ اپنی ذات کی خاطر کبھی غصہ نہیں کرتے تھے اور اللہ رب العزت کی خاطر غصہ کرنے سے کبھی دریغ نہیں کرتے تھے۔

استقامت اور اصرار میں فرق

''پختگیٔ معاملات'' جو لین دین کی درستگی کا دوسرا نام ہے اور ''اصرار نما پختگی'' ایک دوسرے سے اس قدر مل جل جاتے ہیں کہ ماہر اخلاق وآداب ہی ان کا فرق معلوم کر سکتا ہے، ان دونوں میں فرق یہ ہے کہ اصرار غلط بات پر اڑ جانے کو یا ایسے کام کو کہتے ہیں جسے کوئی شخص اپنی مزاج پرستی کی حمایت کے لئے سرانجام دے جب کہ اس کے سامنے اس کا غلط ہونا واضح ہو چکا ہو، یا نہ اس کا درست ہونا واضح ہوا اور نہ غلط ہونا۔ یہ عادت قابل انکار ہے، اس کا مدمقابل ''انصاف'' ہے۔

جب کہ لین دین میں پختگی حق کی بنا پر ہوتی ہے یا ایسی چیز کی خاطر ہوتی ہے جسے آدمی حق سمجھتا ہو اور اس کا غلط ہونا اس کے سامنے واضح نہ ہو، یہ ایک پسندیدہ عادت ہے اور اس کا متضاد ''عدم استقامت'' ہے۔

مذکورہ بالا دونوں عادتوں کی کچھ صورتیں اس لئے قابل تنقید ہوتی ہیں کہ انہیں اختیار کرنے والا جس چیز پر پختگی اختیار کرتا ہے اس میں غور وفکر سے کام نہیں لیتا اور اس کے حق

یا باطل ہونے کے لئے ضروری بحث وتمحیص نہیں کرتا۔

عقل مندی، حماقت اور کم عقلی میں فرق

عقل مندی یہ ہے کہ فرماں برداری کے تمام کاموں اور خوبیوں کو اپنایا جائے۔ یہ تعریف نافرمانیوں اور خسیس حرکتوں سے بچنے کو بھی اپنے دامن میں سمیٹے ہوئے ہے۔ اللہ تعالی نے کئی مقامات پر صراحتاً بیان فرمایا ہے کہ جو شخص اس کی نافرمانی کرتا ہے وہ عقل وشعور سے عاری ہے، مثلاً کچھ لوگوں کی بات نقل کرتے ہوئے اللہ تعالی نے ارشاد فرمایا ہے:

﴿وَ قَالُوْا لَوْ كُنَّا نَسْمَعُ اَوْ نَعْقِلُ مَا كُنَّا فِیْ اَصْحَابِ السَّعِیْرِ﴾[الملك:١٠]

”اور وہ کہیں گے اگر ہم سنتے یا سمجھتے تو ہم دوزخی نہ ہوتے۔“

پھر ان کی تصدیق کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

﴿فَاعْتَرَفُوْا بِذَنْۢبِهِمْ فَسُحْقًا لِّاَصْحَابِ السَّعِیْرِ﴾ [الملك:١٠]

”وہ اپنے جرم کا اقرار کریں گے لہذا دوزخی رحمت باری تعالی سے دور کر دیئے جائیں گے۔“

- ☐ ”حماقت“ نافرمانی اور گھٹیا کام کرنے کو کہتے ہیں۔
- ☐ ظلم وزیادتی، سخت کلامی اور بات کو الجھا دینا دیوانگی اور فکری انتشار ہے۔
- ☐ حماقت، عقل مندی کا متضاد ہے اور کچھ پہلے ان دونوں کی وضاحت بھی ہو چکی ہے۔ عقل مندی اور حماقت کے درمیان کم عقلی کا درجہ ہے۔
- ☐ کم عقلی کی تعریف یہ ہے کہ ایسا کام کرنا یا ایسی بات کہنا جس کی دینی ضرورت ہو نہ دنیاوی، اور نہ ہی وہ قابل تعریف ہو، اس سے مراد ایسا قول وعمل ہے جو نافرمانی ہو نہ فرماں برداری اور نہ ہی ان دونوں کا معاون، اسی طرح نہ تو یہ فضیلت و برتری ہو اور نہ ہی اذیت ناک خسیس حرکت، بلکہ یہ بے ہودہ بات اور بے فائدہ عمل ہو۔ دونوں قسموں کے کم یا زیادہ کام سرانجام دینے کے مطابق ہی آدمی کم عقلی سے موصوف ہوتا ہے۔

☐ ایک ہی آدمی ایک واقعہ میں کم عقلی، دوسرے میں عقل مندی اور تیسرے میں حماقت کا مظاہرہ بھی کرسکتا ہے۔

☐ دیوانگی کا متضاد مختلف چیزوں کی پہچان، ان کا باہمی امتیاز اور علوم وفنون کو عملی جامہ پہنانے کی صلاحیت ہے، اسی کو متقدمین ”قوتِ ناطقہ“ سے تعبیر کرتے ہیں ان دونوں کے درمیان کوئی درجہ نہیں ہے۔

حزم واحتیاط اور مکر وفریب میں فرق

☐ حق و باطل اور اچھائی و برائی میں امتیاز کئے بغیر حالات ساز گار بنانا، دولت اور شہرت کے لئے حیلہ سازی کرنا، نافرمانیوں اور گھٹیا کاموں کے ذریعے شان وشوکت حاصل کرنا، دنیوی استحکام اور لوگوں کے مزاج کے مطابق پسندیدہ بننا عقل مندی نہیں ہے، اللہ تعالی نے جن لوگوں کو بے عقل قرار دیا ہے وہ دنیا کے سیاست دان، مال ودولت کو بڑھانے والے، حکمرانوں سے رواداری اختیار کرنے والے اور اپنی چوہدراہٹ کے محافظ ہی تھے۔ اس قسم کے اخلاق کو ”مکروفریب“ کہا جاتا ہے، اس کا متضاد ”شعور اور سلامتی“ ہے۔ اگر متذکرہ بالا کاموں میں تگ ودو، باہمی تحفظ اور غیرت کی بنا پر ہو تو اسے ”حزم واحتیاط“ کہا جائے گا جس کا متضاد ”ضیاع“ ہے۔

☐ باوقار رہنا، برجستہ بات کرنا، ذرائع معیشت اختیار کرنے میں معتدل رہنا، لوگوں کے مختلف کاموں میں ان کے شانہ بشانہ چلنا ایسے اخلاق ہیں جنہیں عقل مندی کہا جاتا ہے اور یہ کم عقلی کا متضاد ہے۔

☐ وفا داری کا خمیر عدل و انصاف، جود وسخا، شجاعت و بسالت سے تیار ہوا ہے۔ وفادار اپنے محسن اور قابل اعتماد شخص کو نیکی کا بدلہ نیکی سے نہ دینے کو ظلم سمجھتے ہوئے عدل و انصاف سے کام لیتا ہے اور جب وہ دیکھتا ہے کہ بے وفائی سے حاصل ہونے والے معمولی فائدے کی قربانی دینا خوش نصیبی ہے، تو وہ جود وسخا سے بہرہ ور

ہو جاتا ہے اور جب وہ انجام وفاداری سے متوقع خطرے کے لئے اپنے آپ کو مضبوط بناتا ہے تو وہ دلیری اور بہادری کا مظاہرہ کرتا ہے۔

خوبیوں اور خامیوں کے عناصر اربعہ

☐ تمام تر کمالات کی بنیاد در چار چیزیں ہیں، ہر قسم کی خوبی ان سے مرکب ہے اور وہ عدل وانصاف، فہم وفراست، شجاعت وبسالت اور جود وسخا ہیں۔

☐ تمام گھٹیا کاموں کی بنیاد بھی چار چیزیں ہیں، سب خسیس حرکتیں ان ہی سے ترکیب پاتی ہیں اور یہ مذکورہ بالا اوصاف کے متضادات ظلم، جہالت، بزدلی اور بخل ہیں۔

دیانت داری اور زہد وقناعت

دیانت داری اور پاک دامنی، انصاف اور سخاوت کی دو قسمیں ہیں:

☐ دل کی ''بے نیازی'' ایک ایسی خوبی ہے جو بہادری اور سخاوت سے مرکب ہے اور صبر کی بھی یہی کیفیت ہے جب کہ ''بردباری'' بہادری کی ایک مستقل قسم ہے۔

☐ ''قناعت'' ایک ایسی خوبی ہے جو سخاوت اور عدل وانصاف سے ترکیب پاتی ہے۔

امید لالچ کی پیداوار ہے اور لالچ حسد سے جنم لیتا ہے، جب کہ حسد کسی چیز کی چاہت کی بنا پر ہوتا ہے، کسی چیز کی چاہت ظلم، بخل اور جہالت کی وجہ سے ہوتی ہے۔

امید اور لالچ

☐ حرص وطمع سے بے پناہ خامیاں جنم لیتی ہیں جن میں ذلت، چوری، ڈکیتی، زنا، قتل و غارت، عشق بازی اور غربت کا اندیشہ شامل ہیں۔

☐ لوگوں سے مانگنے کی عادت امید اور لالچ کے درمیان سے پیدا ہوتی ہے، امید اور لالچ میں فرق یہ ہے کہ لالچ دل میں پوشیدہ ہوتا ہے اور امید اس کے اظہار کو کہتے ہیں۔

رواداری

☐ ''رواداری'' بردباری اور صبر سے مرکب ہے۔

☐ سچائی، عدل وانصاف اور شجاعت کا آمیزہ ہے۔

☐ جو شخص کوئی غلط بات آپ کے پاس لے کر آتا ہے وہ حق وصداقت لے کر جاتا ہے، اس کی وجہ یہ ہے کہ جو شخص کسی آدمی سے متعلق کوئی غلط بات پہنچاتا ہے وہ طبیعت میں انگیخت پیدا کرتا ہے، پھر جب اسے بات کا جواب دیا جاتا ہے تو وہ حق و صداقت لے کر واپس جاتا ہے۔ لہذا اس سے محفوظ رہیں اور صرف اسی بات کا جواب دیں جس کی نسبت قائل کی طرف صحیح ثابت ہو۔

کذب بیانی

☐ جھوٹ سے بری کوئی بھی عادت نہیں ہے، اس بات کا اندازہ یہیں سے لگالیں کہ کفر بھی اس کی ایک صنف ہے، ہر قسم کا کفر جھوٹ ہے اور جھوٹ ایک نوع ہے، کفر اس کی ایک ذیلی شاخ ہے۔

☐ جھوٹ تین چیزوں، ظلم، بخل اور جہالت کی پیداوار ہے، کیونکہ بزدلی حقارت نفس کو جنم دیتی ہے اور جھوٹا شخص خود اپنے ہاں حقیر اور عزت سے دور ہوتا ہے۔

بات چیت کے لحاظ سے لوگوں کی مختلف اقسام

نطق وگویائی انسان اور دیگر جانداروں، گدھوں، کتوں اور حشرات الارض کے درمیان حد فاصل ہے، اس کے لحاظ سے بھی لوگوں کی تین قسمیں ہیں:

۱- کچھ لوگ کوئی بھی بات منہ سے نکالنے کی پروا نہیں کرتے، جو بھی ان کی زبان پر آجائے اسے بکتے چلے جاتے ہیں حق کی تائید اور باطل کی تردید ان کے مدنظر نہیں ہوتی، زیادہ تر لوگ اسی قسم کے ہیں۔

۲- کچھ لوگ حقیقت تک رسائی کے بغیر حق و باطل کی تائید و تردید میں بات پر بات کرتے چلے جاتے ہیں وہ اپنے موقف پر انتہائی مصر رہتے ہیں۔ اس قسم کے لوگ بکثرت موجود ہیں، لیکن یہ پہلی قسم کے لوگوں سے کم ہیں۔

۳- تیسری قسم کے لوگ وہ ہیں جو موقع و محل کے مطابق گفتگو کرتے ہیں، ان کا وجود "عنقا" ہے۔

☐ جسے حق بات بری لگے اس کی پریشانی بڑھ جاتی ہے۔

راحت وسکون سے بہرہ ور لوگ

دو قسم کے لوگ بہت زیادہ راحت و آرام میں رہتے ہیں، دونوں میں ایک انتہائی قابل تعریف اور دوسرا انتہائی قابل مذمت ہے، پہلا ہے تارک دنیا اور دوسرا ہے شرم وحیا کو خیر آباد کہہ دینے والا۔

دنیا سے بے رغبتی کا فائدہ

اگر دنیا سے بے رغبتی کا صرف یہی فائدہ ہو کہ ہر شخص جب رات کو سو جاتا ہے تو وہ ہر قسم کا خطرہ، پریشانی اور لالچ بھول جاتا ہے، اس دوران اسے اولاد، اہل خانہ، منصب، لوگوں کی قدر شناسی، حکمرانی، عہدہ سے معزولی، غربت اور دولت مندی جیسی کوئی بھی چیز یاد نہیں رہتی۔ اگر انسان یہی بات ذہن میں رکھ لے تو عقل مند کے لئے یہی چیز قابل نصیحت ہے۔

تدبیر کائنات کا عجیب ترین پہلو

تدبیر کائنات کا عجیب ترین پہلو یہ ہے کہ جس چیز کی انسان کو زیادہ ضرورت ہوتی ہے وہ اس کی نظر میں انتہائی معمولی ہوتی ہے، پانی اور دیگر ایسی چیزوں کی یہی کیفیت ہے، اسی طرح انسان کو کسی چیز کی جتنی کم ضرورت ہو وہ اس کی نظروں میں اتنی ہی زیادہ پسندیدہ ہوتی ہے، لعل و جواہرات کی یہی صورت حال ہے۔

پریشانیوں کی مثال

انسان جب پریشان ہوتا ہے تو اس کی مثال جنگل و بیاباں کو پیدل طے کرنے والے کی طرح ہوتی ہے، جب اس کا ایک حصہ طے ہو جاتا ہے تو کئی حصے سامنے آ جاتے ہیں، اسی طرح جب ایک پریشانی دور ہوتی ہے تو کئی پریشانیاں سامنے آ جاتی ہیں۔

ایک مشہور مقولے کا تجزیہ

جس شخص نے یہ کہا ہے کہ ''عقل مند انسان دنیا میں عذاب میں مبتلا رہتا ہے'' اس کی بات بھی صحیح ہے کیونکہ وہ باطل کے پھیلنے، اس کے غالب آنے اور اظہار حق کے درمیان رکاوٹیں دیکھ کر عذاب محسوس کرتا ہے۔

جس نے یہ کہا ہے کہ ''عقل مند دنیا میں آرام اور سکون سے رہتا ہے'' اس کی بات بھی درست ہے کیونکہ اسے دنیا کی تمام فضول چیزوں سے بچ کر رہنے کی وجہ سے آرام اور سکون ہوتا ہے جن کی خاطر باقی تمام لوگ پریشان رہتے ہیں۔

لوگوں سے تعاون کا اصول

☐ برے ساتھی کی رفاقت سے بھی بچیں اور لوگوں کا ایسے کاموں میں تعاون کرنے سے بھی بچیں جن سے اخروی یا دنیوی نقصان ہو خواہ وہ تعاون معمولی ہی کیوں نہ ہو، ایسا کرنے سے ندامت کے سوا کچھ حاصل نہیں ہوگا، پھر یہ ندامت کچھ فائدہ نہیں دے گی اور جس شخص کی آپ نے مدد کی ہوگی وہ بھی آپ کی تعریف نہیں کرے گا، بلکہ آپ کو مصیبت زدہ دیکھ کر خوش ہوگا، کم از کم یہ ایک یقینی بات ہے کہ وہ آپ کا برا انجام اور غلط نتیجہ دیکھنے کی پروا نہیں کرے گا۔

☐ ایسے کام میں اپنے رفیق کار کی مخالفت اور اہل زمانہ کی مقابلہ بازی سے بچیں جس سے آپ کا دنیوی یا اخروی نقصان ہو، خواہ وہ معمولی ہی کیوں نہ ہو، اس سے آپ کو

تکلیف ہوگی اور باہمی نفرت وعداوت بھی پیدا ہوگی، بلکہ یہ چیز کسی بڑے نقصان کا باعث بھی بن سکتی ہے۔

☐ آپ لوگوں کو ناراض کرلیں، ان کی نفرت مول لے لیں لیکن اپنے رب کو ناراض اور متنفر نہ ہونے دیں۔

وعظ ونصیحت کے اصول

☐ جاہلوں، مجرموں اور کمینہ خصلت لوگوں کو وعظ ونصیحت کرنے کے لئے نبی کریم ﷺ کا طرزعمل اختیار کرنا ضروری ہے۔ جو شخص بد اخلاق اور ترش رو ہو کر نصیحت کرتا ہے وہ غلطی بھی کرتا ہے، آپ ﷺ کے طریقے سے بھی ہٹ جاتا ہے اور مخاطب کو اکثر وبیشتر اس کی عادت پر مصر رہنے پر برانگیختہ بھی کرتا ہے، مزید برآں ناصح بذات خود بھی ''منصوح'' کی نظر میں ناپسندیدہ اور قابل نفرت ہو جاتا ہے، وہ وعظ ونصیحت کے ذریعے بجائے نیکی کے گناہ کر رہا ہوتا ہے۔

☐ جو شخص خندہ پیشانی، مسکراہٹ اور نرمی کے ذریعے وعظ ونصیحت کرتا ہے وہ ایسے محسوس ہوتا ہے جیسے کوئی رائے اور مشورہ دے رہا ہو یا کسی کے بارہ میں کوئی بات بتا کر مخاطب سے مدد کا خواہاں ہو، وعظ ونصیحت کا یہی انداز زیادہ موثر اور مفید ہے۔

☐ اگر واعظ کی بات تسلیم نہ کی جائے تو وہ تنہائی میں باوقار انداز میں نصیحت کرے، اگر اس طرح بھی اس کی بات تسلیم نہ ہو تو ایسے شخص کی موجودگی میں نصیحت کرے جس سے منصوح شرم وحیا محسوس کرتا ہو، نرم بات کرنے کے حکم کی بجاآوری کا یہی طریقہ ہے۔

☐ آپ ﷺ نصیحت کرتے ہوئے بجائے سامعین کو مخاطب کرنے کے یوں فرمایا کرتے تھے ''کچھ لوگوں کا رویہ یہ ہے''① اسی طرح آپ نرم مزاج رہنے کی تعریف کرتے، آسانی پیدا کرنے کا حکم دیتے، نفرت دلانے سے منع فرمایا کرتے تھے۔②

---

① سنن ابوداود ح:۴۳۸۸

2. مسلم ح:۲۳۵۶

سامعین کی اکتاہٹ کے پیش نظر وقفہ بوقفہ نصیحت کیا کرتے تھے، آپ ﷺ کے بارہ میں باری تعالی کا ارشاد ہے:

﴿وَلَوْ كُنتَ فَظًّا غَلِيظَ الْقَلْبِ لَانفَضُّوا مِنْ حَوْلِكَ﴾ [آل عمران: ۱۵۰]

”اگر آپ بدخو اور سخت دل ہوتے تو یہ لوگ آپ کے پاس سے بھاگ کھڑے ہوتے“

سختی کرنے کا موقع

سختی اور درشتی اللہ تعالی کی مقرر کردہ حدود کے نفاذ میں ضروری ہوتی ہے۔ خاص طور سے جو شخص انہیں نافذ کرنے کا اختیار رکھتا ہو اسے ایسے معاملے میں نرمی نہیں کرنی چاہیے۔

نصیحت کرنے کا ایک لطیف انداز

نصیحت کرنے کا ایک مفید انداز یہ بھی ہے کہ برا کام کرنے والے کی موجودگی میں اچھا کام سرانجام دینے والے کی تعریف کی جائے، یہ انداز اس میں نیکی کی تحریک پیدا کرے گا۔

کسی کی تعریف وتوصیف کرنے کا صرف یہ فائدہ ہے کہ جو شخص تعریفی الفاظ سنے گا وہ بھی ممدوح کی پیروی کی کوشش کرے گا۔ بلکہ خوبیوں اور خامیوں دونوں کو تاریخ میں محفوظ کیا جانا ضروری ہے، تاکہ دوسروں سے متعلق بری بات سننے والا شخص برائی سے متنفر ہو جائے اور گذشتہ قوموں کی اچھی باتوں میں اس کی رغبت بڑھ جائے اور وہ اس کے لئے نصیحت آموز ثابت ہوں۔

ایک فطری جذبہ

☐ آسمان کی چھت کے نیچے پائی جانے والی ہر چیز پر میں نے غور کیا ہے، طویل وعریض غور وفکر کے بعد میں اس نتیجے پر پہنچا ہوں کہ ہر چیز کی فطرت میں یہ بات شامل ہے کہ اگر اسے طاقت حاصل ہو تو باقی تمام چیزوں کے عادات واطوار کو ختم کر کے انہیں اپنے اوصاف کا لبادہ پہنا دے۔

☐ خوبیوں والا شخص چاہتا ہے کہ کاش سب لوگ خوبیوں کے حامل ہوں، کم تر شخص یہ پسند کرتا ہے کہ کاش سب لوگ کم تر ہوں، یہی وجہ ہے کہ جو شخص کسی چیز کی ترغیب دلا رہا ہوگا اس کی زباں پر یہ الفاظ ہوں گے "میں تو اس طرح کرتا ہوں" کسی بھی طرز عمل کو اختیار کرنے والا شخص یہ خواہش کرے گا کہ تمام لوگ اس کے ہم اسلوب ہوں۔

☐ یہ چیز آپ کو عناصر اربعہ میں بھی دکھائی دے گی، جب ایک عنصر دوسرے پر غالب آ جاتا ہے، تو وہ اسے اپنی کیفیت میں ڈھال لیتا ہے، درختوں کی ہیئت ترکیبی میں بھی آپ اس کا مشاہدہ کریں گے۔ پانی اور رطوبت ارضی سے درختوں اور نباتات کے غذا حاصل کرنے میں آپ کو یہ چیز دکھائی دے گی کہ وہ کیسے انہیں اپنی سی کیفیت میں بدلتے ہیں۔

☐ بڑی ہی قابل تعریف ہے وہ ذات جو اس اختراعی نظام کے پیچھے کارفرما ہے، واقعی اس کے علاوہ کوئی سچا معبود نہیں ہے۔

قدرت الٰہیہ کے کرشمے

قدرت الٰہیہ کا ایک تعجب انگیز پہلو یہ ہے کہ مخلوقات کی تعداد بہت زیادہ ہے۔ لیکن کوئی بھی ایسا فرد دکھائی نہیں دے گا جو دوسرے کے ساتھ ہو بہو ملتا جلتا ہو، اور دونوں میں کسی قسم کا کوئی فرق نہ ہو۔ اسی سال سے زائد عمر پانے والے ایک شخص سے میں نے پوچھا کہ عہد رفتہ میں اسے کوئی چیز دوسری چیز سے ہو بہو ملتی جلتی دکھائی دی ہے؟ تو اس کا جواب نفی میں تھا بلکہ وہ کہنے لگا ہر شکل وصورت کا اپنا امتیاز ہوتا ہے۔

دنیا میں پائی جانے والی تمام چیزوں کی یہی کیفیت ہے، جو شخص ذرائع ووسائل اور تمام مرکب اجسام پر غور کرے گا اور بار بار بنظرِ غائر دیکھے گا، اسے یہ چیز بخوبی معلوم ہو جائے گی بلکہ بسا اوقات اسے بعض چیزوں میں پایا جانے والا فرق دل ہی دل میں کئی لحاظ سے معلوم ہو گا۔ لیکن وہ اسے الفاظ کا جامہ پہنانے پر قادر نہیں ہوگا، کیا ہی خوب ہے وہ ذات جو غالب ہے اور حکمت سے لبریز ہے اور اس کی زیرِ قدرت چیزوں کا سلسلہ لامتناہی ہے۔

بے جا اور غلط خواہشات

دنیا کے عجائبات میں سے ایک چیز یہ ہے کہ کچھ لوگ غلط خواہشات سے مغلوب ہو جاتے ہیں، حالانکہ وہ انہیں دنیا میں مشقت در مشقت کے بغیر حاصل نہیں کر سکتے، آخرت میں ہونے والا خسارہ اور پریشانی اس کے علاوہ ہے۔ مثلاً کچھ لوگ اشیائے خورد ونوش کی مہنگائی کے خواہش مند رہتے ہیں، حالانکہ یہ چیز لوگوں کے لئے تباہ کن ہے۔

اس کی دوسری مثال یہ دی جا سکتی ہے کہ کچھ لوگ ایسے کاموں کے خواہش مند ہوتے ہیں جو دوسروں کے لئے باعث ضرر ہوں، ایسے کاموں میں اگر چہ آرزو رکھنے والے کا کوئی فائدہ بھی ہو تب بھی دوسروں کے خسارہ پانے کی یہ خواہش اس کی امید کو قبل از وقت پورا نہیں کر سکتی اور نہ ہی اسے کوئی ایسی چیز فراہم کر سکتی ہے جس کا ہونا اللہ تعالیٰ نے اپنی تقدیر میں طے نہیں کیا۔ اگر یہ شخص دوسروں کی بھلائی اور آسودہ حالی کی خواہش رکھے تو لمحہ بھر کی مشقت کے بغیر اجر وثواب اور راحت وسکون حاصل کر لے۔ اس طرح کی بے فائدہ اور بری عادتوں پر جتنا بھی تعجب کیا جائے کم ہے۔

✦ ✦

باب نمبر: 8

بری عادتیں
اور
ان کا علاج

بری عادتیں اور ان کا علاج

خود پسندی

- جو شخص خود پسندی میں مبتلا ہو وہ اپنی خامیوں پر غور و خوض کرے۔
- اگر وہ اپنی خوبیوں کی بنا پر خود پسندی کا شکار ہو تو وہ اپنے اندر پائی جانے والی بری عادتوں کو تلاش کرے۔
- اگر تمام خامیاں اس کی نظروں سے اوجھل رہیں اور وہ یہ خیال کرے کہ اس میں کوئی بھی خامی نہیں ہے تو اسے سمجھنا چاہیے کہ وہ دائمی مصیبت کا شکار ہے اور سب لوگوں سے زیادہ کم عقل، معیوب اور خامی سے لبریز ہے۔ سب سے پہلی بات تو یہ ہے کہ وہ کم عقل بھی ہے اور جاہل بھی، جب کہ کم عقلی اور جہالت سے بڑھ کر کوئی خامی نہیں ہو سکتی۔
- عقل مند وہ شخص ہوتا ہے جو اپنی خامیاں پہچان کر ان پر قابو پا لے اور انہیں ختم کرنے کی کوشش کرے اور بے وقوف وہ ہوتا ہے جو اپنی خامیوں سے ناواقف ہو خواہ یہ اس کی کم علمی، کم عقلی اور سوچ و بچار میں کمزوری کے باعث ہوں یا اس بنا پر کہ وہ اپنی خامیوں کو خوبیاں سمجھ رہا ہو۔ روئے زمین پر سب سے بڑی خامی یہی ہے۔
- دنیا میں ایسے لوگ بکثرت پائے جاتے ہیں جو زنا کاری، لواطت، چوری اور ظلم و ستم کرنے پر فخر محسوس کرتے ہیں اور ان رسوائیوں اور نحوستوں کا ارتکاب کرتے ہوئے جرأت رندانہ کا مظاہرہ کرتے ہیں۔

خامیوں کا علاج

انبیاء ﷺ کے علاوہ کوئی بھی انسان خامی سے پاک نہیں ہے۔ جس کی خامیاں اس سے مخفی ہوں وہ حقیر ہے، بلکہ وہ کم عقلی، گھٹیا پن اور کج فہمی کے اس درجے پر پہنچ چکا ہے کہ کوئی بھی پس ماندگی میں مبتلا گھٹیا انسان اس سے زیادہ پس ماندہ اور گھٹیا نہیں ہے۔ ایسے شخص کو بجائے اپنے کارناموں پر خوش ہونے اور دوسروں کی خامیاں تلاش کرنے کے اپنی خامیوں کی اصلاح کرنی چاہیے، ان کی خامیاں نہ اسے دنیا میں نقصان دے سکتی ہیں اور نہ آخرت میں۔ اپنی اصلاح کا بہترین طریقہ یہ ہے کہ وہ لوگوں کی جو بھی خامی سنے اس سے سبق حاصل کرتے ہوئے اس سے بچے اور اگر ان میں سے کسی خامی میں خود مبتلا ہو تو اسے دور کرنے کی کوشش کرے اور اللہ تعالیٰ سے توفیق کی دعا کرے۔

لوگوں کو حقیر سمجھنے کا علاج

☐ لوگوں کی خامیاں بیان کرنا بذات خود ایک بہت بڑی خامی ہے، جو قطعاً ناجائز ہے اور اس سے بچنا فرض ہے تاہم متعلقہ شخص کو اس کی متوقع اذیت سے بچانے کے لئے یا خود پسند شخص کی زبان بند کرنے کے لئے اسے بیان کرنا جائز ہے، اور وہ بھی پسِ پشت نہیں بلکہ اس کے سامنے، اور اسے یہ کہتے ہوئے کہ تم اپنا خیال رکھو۔ ایسے میں جس نے اپنی خامیاں پہچان لیں اس نے خود پسندی کا علاج کر لیا۔

☐ ایسے شخص کے ساتھ اپنا تقابل کرنے کی کوشش نہ کریں جس میں آپ سے زیادہ خامیاں موجود ہوں ورنہ آپ گھٹیا کاموں کو معمولی سمجھنے لگ جائیں گے، اور اہل شر کے مقلد بن جائیں گے، تقلید تو اچھے لوگوں کی بھی نہیں کی جانی چاہیے چہ جائیکہ برے لوگوں کی تقلید کی جائے۔

☐ اپنا تقابل اپنے سے بہتر لوگوں سے کریں، اس طرح آپ کی خود پسندی ختم ہو جائے گی اور آپ اس عیب ناک بیماری سے شفایاب ہو جائیں گے جو آپ کی نظر

میں لوگوں کو حقیر سمجھنے پر آمادہ کرتی ہے، لوگوں میں یقیناً ایسے افراد بھی موجود ہیں جو آپ سے بالاتر ہیں۔ اگر آپ انہیں ناحق حقیر سمجھیں گے تو وہ آپ کو حقیر سمجھنے میں حق بجانب ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

﴿وَ جَزٰٓؤُا سَیِّئَةٍ سَیِّئَةٌ مِّثْلُهَا﴾ [الشوریٰ: ۴۰]

''برائی کی سزا اسی جیسی برائی ہے''۔

نتیجہ یہ ہوگا کہ نہ صرف آپ لوگوں کے سامنے اپنی تحقیر کا باعث بن رہے ہوں گے بلکہ اللہ تعالیٰ کی ناراضی اور اپنے اندر پائی جانے والی خوبی کو ختم کرنے کا بھی موجب ہوں گے۔

عقلی خود پسندی

☐ اگر آپ عقل مندی میں خود پسندی کا شکار ہوں تو اس کا علاج یہ ہے کہ اپنے دل میں پیدا ہونے والے ہر برے خیال اور غلط خواہش پر غور کریں، اس طرح آپ اس خامی سے آگاہ ہو جائیں گے۔

☐ اگر آپ اپنے افکار و خیالات میں خود پسندی کا شکار ہیں تو اپنی لغزشوں پر غور کریں، انہیں یادداشت میں لائیں، طاق نسیان میں نہ جانے دیں۔ ہر وہ رائے جسے آپ نے درست سمجھا لیکن وہ اس کے برعکس ثابت ہوئی اور ہر وہ موقع جس میں دوسرے لوگوں کی رائے درست رہی اور آپ کی رائے غلط ہوئی اسے ذہن نشین کریں۔ یہ طریق کار اختیار کرنے سے کم از کم یہ نتیجہ برآمد ہوگا کہ آپ کی غلط اور درست آراء باہم مساوی ہوں گی۔ جب کہ اکثر و بیشتر یہ ہوگا کہ آپ کی غلطیاں درستیوں سے زیادہ ہوں گی۔ انبیاء ﷺ کے علاوہ باقی سب لوگوں کی یہی کیفیت ہے۔

عملی خود پسندی

اگر آپ عملی خود پسندی کا شکار ہیں تو اپنے گناہوں، کوتاہیوں، اور نافرمانیوں پر غور

کریں۔ میں حلفاً کہتا ہوں کہ وہ آپ کو نیکیوں سے زیادہ ہی نظر آئیں گی۔ ایسے میں آپ کی پریشانی بڑھ جانی چاہیے اور بجائے خود پسندی کے کم مائیگی کا احساس ہونا چاہیے۔

علمی خود پسندی کا ازالہ

اگر آپ کو اپنے علم پر فخر ہو تو یہ بات ذہن میں لائیں کہ:

۱- یہ آپ کی ذاتی خوبی نہیں ہے یہ تو محض اللہ کی عطا ہے، آپ اس کے احسان کا بدلہ ایسے انداز میں نہ دیں جو اس کی ناراضی کا باعث ہو۔ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ وہ آپ کو کسی ایسی بیماری میں مبتلا کر دے جو آپ کے علم اور آپ کی یادداشت کو بھلا کر رکھ دے۔

جناب عبدالملک بن طریف، جن کا شمار ارباب علم و معرفت، اصحاب فہم و دانش اور اہل تحقیق میں سے ہوتا ہے، انہوں نے مجھے بتایا کہ:

> ”وہ یادداشت کے سلسلہ میں بڑے خوش نصیب تھے۔ جو بھی بات ان کے کان میں پڑتی اسے دوبارہ سننے کی ضرورت محسوس نہ کرتے۔ وہ بتاتے ہیں کہ ایک دفعہ میں بحری سفر کر رہا تھا، ایک زوردار طوفان آیا اور اس نے میرے حافظہ میں محفوظ بیشتر چیزوں کو بھلا کر رکھ دیا اور قوت یاداشت پر بری طرح اثر انداز ہوا۔ اس کے بعد پہلے والی ذہانت دوبارہ حاصل نہ ہو سکی“۔

بذات خود میں بھی ایک بیماری میں مبتلا ہو گیا تھا۔ جب میں صحت یاب ہوا تو معمولی حصہ چھوڑ کر میری یاد کردہ تمام چیزیں ختم ہو چکی تھیں۔ انہیں میں سالہا سال گزر جانے کے بعد ذہن میں لا سکا۔

بہت سے لوگ علم کے متوالے ہوتے ہیں، وہ مطالعہ کرنے اور علم کی جستجو میں محو رہتے ہیں، پھر بھی انہیں اس کا قابل ذکر حصہ نصیب نہیں ہوتا۔ صاحب علم کو یہ بات ذہن نشین رکھنی چاہیے کہ اگر محض اس میں محو رہنے سے ہی یہ چیز حاصل ہوتی تو دوسرے

لوگ اس سے برتر نہ ہوتے۔ اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ اللہ تعالیٰ کی عطا ہے۔ یہ مقام بجائے خود پسندی کے عجز وانکساری، باری تعالی کا شکرادا کرنے، اس کے انعامات کو مزید حاصل کرنے کی دعا اوران کے چھن جانے سے اللہ تعالیٰ کی پناہ حاصل کرنے کا مقام ہے۔

اگر آپ اس بات پر بھی غور کریں کہ کتنے علوم ہیں جن سے آپ ناواقف ہیں بلکہ وہ فن جس میں آپ کا تخصص ہے اس کی کتنی شاخیں آپ سے مخفی ہیں تو نتیجہ یہ برآمد ہوگا کہ جتنا علم حاصل کر کے آپ خود پسندی کا شکار ہو گئے ہیں اس کی نسبت نامعلوم چیزیں کہیں زیادہ ہیں لہٰذا بجائے خود پسندی کے اسے اپنا نقص اور خامی شمار کریں، یہی زیادہ موزوں ہے۔

جو عالم آپ سے بڑے ہیں انہیں بھی ذہن میں لائیں، ایسے لوگ بھی آپ کو بکثرت ملیں گے ایسی صورت حال میں آپ اپنے آپ کو معمولی سمجھیں، بلکہ اپنی علمی کم مائیگی کی فکر کریں۔

اس بات پر بھی غور کریں کہ جس قدر آپ نے علم حاصل کیا ہے اس پر آپ عمل پیرا بھی نہیں ہیں اور یہ علم آپ کے خلاف حجت ہوگا۔ بہتر یہ تھا کہ آپ صاحب علم نہ ہوتے، بلکہ اس وقت آپ کے ذہن میں یہ بات آنی چاہیے کہ جاہل آپ سے زیادہ عقل مند اور بہتر حالت میں ہے۔ اس کا عذر آپ سے زیادہ قابل قبول ہوگا۔ اس طرح آپ کی خود پسندی مکمل طور پر ختم ہو جانی چاہیے۔

ہوسکتا ہے جس علم میں آپ دسترس ہونے کی وجہ سے خود پسندی میں مبتلا ہیں وہ ایسے پس ماندہ علوم میں سے ہو جن کا کوئی خاص فائدہ نہیں ہوتا مثلاً شاعری وغیرہ۔ ایسی صورت میں آپ اس شخص پر نگاہ ڈالیں جو دنیا و آخرت کے لحاظ سے آپ سے بلند تر علم کا حامل ہے۔ اس طرح بھی آپ کا تکبر پارہ پارہ ہو جائے گا۔

خود پسندی شجاعت

اگر آپ بہادری کی وجہ سے خود پسند ہیں تو:

☐ اپنے سے بہادر آدمی پر نظر ڈالیں۔

☐ جو شجاعت اللہ تعالیٰ نے آپ کو عطا کی ہے اس کے بارے میں غور کریں کہ آپ اسے کس مقصد کے لئے صرف کر رہے ہیں۔ اگر اس کا مصرف نافرمانی ہے تو آپ احمق ہیں کیونکہ آپ نے اپنی جان کا مصرف بے قیمت چیز کو بنا رکھا ہے اور اگر آپ اسے نیکی کے کاموں میں لگا رہے ہیں تو آپ اس نیکی کو خود پسندی کے ذریعے ضائع کر رہے ہیں۔

☐ تیسری بات یہ ہے کہ آپ بڑھاپے کی وجہ سے اس کے ختم ہو جانے پر بھی غور کریں اور یہ بات مدنظر رکھیں کہ اگر آپ کو لمبی زندگی ملی تو آپ کمزوری میں بچوں کی مانند ہو جائیں گے۔

☐ میرا یہ مشاہدہ ہے کہ خود پسندی دنیا کے تمام لوگوں میں سے بہادر لوگوں میں کم پائی جاتی ہے۔ میں اس نتیجہ پر پہنچا ہوں کہ یہ لوگ پاک باطنی اور رفعت و بلندی سے ہمکنار ہوتے ہیں۔

اگر آپ کسی دنیوی منصب پر فائز ہونے کی وجہ سے خود پسندی کا شکار ہیں تو:

☐ اپنے مخالفین، ہمسر اور اپنے جیسے لوگوں کے بارے میں سوچیں۔ ہوسکتا ہے کہ وہ خسیس، کمزور اور گھٹیا لوگ ہوں۔ اس سے آپ کو معلوم ہوگا کہ جس چیز میں آپ مبتلا ہیں اس میں آپ اور وہ برابر ہیں۔

☐ یہ بھی ہوسکتا ہے کہ وہ ایسے لوگ ہوں جن کے اخلاق، عادات و اطوار اور گھٹیا پن میں افراط کی وجہ سے ان کی مماثلت اختیار کرنے سے لوگ شرم محسوس کریں۔ آپ ہر اس منصب کو حقیر سمجھیں جس میں مذکورہ بالا اوصاف کے حامل افراد آپ کے ساتھ شامل ہیں۔

خود پسندی، جاہ و حشمت

اگر آپ روئے زمین کے مالک بن جائیں اور آپ کا کوئی مخالف بھی نہ ہو، حالانکہ یہ ناممکن ہے، کیونکہ ہمارے علم کے مطابق کوئی ایسا شخص نہیں آیا جو پورے خطۂ ارض کا حکمران بنا ہو، جب کہ اس کا آباد حصہ آبی حصے کی نسبت کم ہے چہ جائیکہ اس کے ساتھ آسمان کو بھی شامل کر لیا جائے، تو آپ حضرت ابن سماک رحمۃ اللہ علیہ کی اس بات پر غور کریں جو انہوں نے خلیفہ ہارون الرشید سے اس وقت کہی تھی جب اس نے پانی کا ایک گلاس ان کی موجودگی میں پینے کے لئے منگوایا تھا انہوں نے کہا تھا:

اے امیر المؤمنین! اگر آپ کو یہ پانی پینے سے روک دیا جائے تو آپ اسے کتنے میں خریدنا پسند کریں گے؟

ہارون الرشید نے جواب میں کہا: ”اپنی پوری سلطنت کے عوض“

پھر انہوں نے کہا: ”اے امیر المؤمنین! اگر اسے آپ کے جسم سے نکلنے سے روک لیا جائے تو آپ اس کے عوض کیا کچھ دینا چاہیں گے؟

ہارون الرشید نے جواب میں کہا: ”اپنی پوری سلطنت“

ابن سماک رحمۃ اللہ علیہ نے کہا: اے امیر المؤمنین! کیا آپ ایسی حکمرانی پر خوش ہوتے ہیں جو نہ ایک دفعہ پیشاب کرنے کے برابر ہے اور نہ ایک دفعہ پانی پینے کے“۔

ابن سماک رحمۃ اللہ علیہ کی یہ بات کس قدر برحق ہے۔

اگر آپ تمام مسلمانوں کے حکمران ہوں تو آپ کے علم میں یہ بات ہونی چاہیے کہ سیاہ فام انسانوں کا بادشاہ، سیاہ رنگ اور بدنما اور اجڈ ہونے کے باوجود آپ کے ملک سے کہیں زیادہ وسیع ملک پر حکمرانی کرتا ہے۔ ہوسکتا ہے کہ آپ یہ کہیں کہ ”میں نے تو اسے حق کے طور پر لیا ہے“ اس کا جواب یہ ہے کہ اللہ کی قسم! اگر آپ خود پسندی جیسی گھٹیا حرکت کرتے ہیں تو آپ نے اسے برحق طور پر نہیں لیا اور اگر آپ اس میں ناانصافی

کرتے ہیں تو اس حالت پر آپ کو شرم آنی چاہیے، کیونکہ یہ ایک رسوا کن کیفیت ہے، یہ کوئی پسندیدہ بات نہیں۔

خود پسندئ مال و دولت

اگر آپ کو اپنے مال و دولت پر فخر ہے تو یہ خود پسندی کا بدترین درجہ ہے:

☐ آپ کو بہت سے ایسے گھٹیا اور کمینے شخص دکھائی دیں گے جو آپ سے زیادہ مال دار ہیں۔ آپ ایسی حالت پر خوش نہ ہوں جس میں مذکورہ قسم کے لوگ آپ سے فائق ہیں۔

☐ یہ چیز بھی ذہن میں رکھیں کہ دولت کی وجہ سے فخر کرنا حماقت ہے کیونکہ یہ تو ایسے پتھر ہیں جن سے صرف اسی طرح ہی فائدہ اٹھایا جا سکتا ہے کہ آپ انہیں خرچ کر کے اپنی ملکیت سے نکال دیں۔

☐ تیسری بات یہ ہے کہ دولت آنے جانے والی چیز ہے، ہو سکتا ہے کہ یہ آپ سے چھن جائے اور آپ اسے اپنی آنکھوں سے دوسرے کے ہاتھوں میں دیکھیں۔ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ یہ آپ کے دشمن کے پاس چلی جائے، لہٰذا اس پر فخر کرنا کم عقلی اور اس پر اعتماد کرنا دھوکہ اور کمزوری ہے۔

خود پسندئ حسن و جمال

☐ اگر آپ حسن و جمال کی وجہ سے خود پسندی کا شکار ہیں تو اس کے بعد آنے والی اس حالت پر غور کریں جسے بیان کرنے سے ہمیں شرم محسوس ہو رہی ہے بلکہ آپ خود بھی بڑھاپے میں پہنچنے کے بعد اس کے ختم ہونے پر شرمندگی محسوس کریں گے۔ حسن و جمال کے سلسلہ میں ہماری یہی بات ہی کافی ہے۔

☐ اگر آپ اس وجہ سے خوش ہیں کہ آپ کے دوست آپ کی تعریف کرتے ہیں تو دشمنوں کی طرف سے ہونے والی تنقید پر بھی غور کریں، اس طرح آپ کی خود پسندی

کافور ہو جائے گی۔

☐ اگر آپ کا کوئی بھی دشمن نہیں تو آپ بھلائی سے خالی ہیں کیونکہ اس سے کم ترین کوئی بھی شخص نہیں جس کا کوئی دشمن نہ ہو۔ اس درجے میں وہی شخص آتا ہے جس پر اللہ کا کوئی بھی قابل حسد انعام نہ ہو۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس سے محفوظ فرمائے۔ (آمین)

☐ اگر آپ اپنی خامیوں کو معمولی سمجھتے ہیں تو اس بات پر غور کریں کہ اگر یہ لوگوں کے سامنے آ جائیں یا انہیں ان کا پتہ چل جائے تو آپ معمولی غور وخوض کے بعد خامی کی حقیقت سے آشنا ہو جائیں گے اور شرمندگی محسوس کریں گے۔

تمام خوبیاں محض عطائے الٰہی ہیں

اگر آپ انسانی مزاج کی ہیئت ترکیبی سے آگاہ ہوں اور آپ کو یہ معلوم ہو کہ روح میں رکھے گئے عناصر کے باہمی امتزاج سے اخلاق وعادات کیسے بنتی ہیں تو آپ کو اس بات کا یقین ہو جائے گا کہ خوبیوں میں انسان کا کوئی دخل نہیں ہے، یہ محض باری تعالیٰ کی عطا کردہ ہیں۔ اگر آپ کو اپنے حال پر چھوڑ دیا جائے تو آپ بے بس اور تباہ وبرباد ہو جائیں گے۔

آپ ان کی وجہ سے بجائے خود پسندی کے انہیں عطا کرنے والے کا شکریہ ادا کریں اور ان کے چھن جانے سے خائف رہیں۔ اچھی خوبیاں کبھی کبھی بیماری، غربت، خوف وہراس، غصے اور بڑھاپے کے باعث تبدیل بھی ہو جاتی ہیں۔ جو شخص آپ جیسی خوبیوں سے محروم ہے اس کے ساتھ شفقت ومہربانی کا سلوک کریں۔ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی اور اس کے عطا کردہ انعامات کو اپنی ذاتی خوبی اور یہ سمجھ کر کہ آپ اس کی حفاظت سے بے نیاز ہو چکے ہیں، اس کے انعامات کے چھن جانے کا خطرہ مول نہ لیں، مبادا آپ جلدی یا بدیر ہلاکت کے منہ میں چلے جائیں۔

مصنف رحمۃ اللہ علیہ کی آپ بیتی

مجھے ایک دفعہ شدید بیماری لاحق ہو گئی، جس کی وجہ سے میرا جگر بہت زیادہ بڑھ گیا،

اس کے باعث میرے مزاج میں گھٹن، تنگی، بے صبری اور چڑ چڑا پن کی ایسی صورت حال پیدا ہوگئی کہ مجھے بڑی مشقت کا سامنا کرنا پڑا۔ عادات واطوار کی تبدیلی مجھے انوکھی محسوس ہوئی اور مزاج کا یکسر انقلاب میرے لئے بہت تعجب خیز ثابت ہوا۔ اس کے پیش نظر میں اس نتیجہ پر پہنچا کہ ''جگر'' خوشی کی آماجگاہ ہے، اگر یہ خراب ہو جائے تو صورت حال اس کے برعکس ہو جاتی ہے۔

حسب ونسب کا غرور

❑ اگر آپ حسب ونسب کی وجہ سے فخر محسوس کرتے ہوں تو یہ عادت مذکورہ عادات میں سے سب سے بدترین ہے، کیونکہ جس بنا پر آپ خوش ہو رہے ہیں اس کا دنیا وآخرت میں قطعاً کوئی فائدہ نہیں۔

❑ آپ ذرا اس بات پر غور کریں کہ کیا یہ فخر آپ کی بھوک دور کرسکتا ہے یا آپ کو لباس فراہم کرسکتا ہے یا آخرت میں آپ کے لئے مفید ہوسکتا ہے؟

❑ دوسری بات یہ ہے کہ آپ اس شخص پر نظر ڈالیں جو حسب ونسب میں آپ کے برابر ہے اور آپ جیسی قرابت داری رکھتا ہے۔ آپ یہ محسوس کریں گے کہ ان میں سے اکثر وبیشتر ''کتوں'' کی طرح ذلیل ہیں اور وہ برے عادات واطوار اختیار کرکے اپنی خاندانی خوبیوں کو خیر باد کہہ کر گھٹیا پن اور کمینگی کی پستیوں میں پڑے ہوئے ہیں۔

❑ تیسری بات یہ ہے کہ ایسے افراد بھی موجود ہیں جو انبیاء علیہم السلام، خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم، فاضل صحابہ رضی اللہ عنہم اور علماء، قیصر وکسریٰ، شاہان یمن اور مسلم بادشاہوں کی ذریت ہونے کے حوالے سے آپ کی نسبت حسب ونسب میں برتر ہوں۔ آپ ایسے درجے میں ہونے پر خوش نہ ہوں جس میں آپ جیسے یا آپ سے برتر لوگ موجود ہیں۔

☐ تصویر کا دوسرا رخ یہ ہے کہ وہ آباء و اجداد جن کی وجہ سے آپ فخر محسوس کر رہے ہیں، ہوسکتا ہے وہ فاسق و فاجر، شرابی، زنا کار، بے ہودہ اور بے وقوف لوگ ہوں۔ گردش دوراں نے ظلم وستم کے لئے ان کے ہاتھ کھلے چھوڑ دیئے ہوں اور وہ ایسے بدنما نقوش ثبت کر گئے ہوں جن سے ان کی ذلت و رسوائی رہتی دنیا تک باقی رہے اور قیامت کے دن بھی ان کی سزا اور شرمندگی بڑھ جائے۔ اگر صورت حال کچھ ایسے ہی ہو تو آپ کو پتہ چل جانا چاہیے کہ جس بنا پر آپ فخر محسوس کرتے ہیں وہ بجائے پسندیدہ ہونے کے خامی، رسوائی اور باعث ننگ و عار ہے۔

☐ اگر آپ اچھے لوگوں کے گھر میں پیدا ہونے کی وجہ سے خوش ہیں اور خود ان جیسی خوبیوں کے مالک نہیں ہیں تو آپ ان پر ہونے والے فضل و کرم سے کس قدر تہی دامن ہیں اور وہ بھی آپ سے دنیا و آخرت میں کس قدر بے نیاز ہیں۔

☐ دنیا کے تمام لوگ حضرت آدم علیہ السلام کی اولاد ہیں، جنہیں اللہ تعالیٰ نے اپنے ہاتھ سے پیدا فرمایا۔ اپنی جنت میں بسایا اور فرشتوں سے انہیں سجدہ کروایا، اس کے باوجود حضرت آدم علیہ السلام کا انہیں کوئی فائدہ نہیں ہے۔ ان میں خامیوں سے آلودہ لوگ بھی ہیں اور فاسق و فاجر اور کافر بھی۔

☐ جب ایک عقل مند شخص سوچ و بچار کے بعد اس نتیجے پر پہنچتا ہے کہ آباء و اجداد کی برتری نہ تو اسے اللہ تعالیٰ کا قرب عطا کر سکتی ہے اور نہ ہی کوئی ایسا اعلیٰ مقام دے سکتی ہے، جسے اس نے از خود حاصل نہ کیا ہو تو اس بے فائدہ خود پسندی کا کیا مقصد ہے؟

☐ حسب و نسب کی وجہ سے خوش ہونے والے کی مثال ایسے ہی ہے جیسے کوئی شخص ہمسائے کے مال و دولت اور اس کے منصب کی وجہ سے خوش ہو، یا دوسرے شخص کے گھوڑے کی وجہ سے اس لئے خوش ہو کہ اس کی لگام اس کے ہاتھ میں ہے۔ عوام الناس میں ایک ضرب المثل مشہور ہے کہ "کند ذہن اپنے باپ کی ذہانت کی وجہ سے خوش ہوتا ہے"۔

☐ اگر خود پسندی آپ کو خود ستائشی تک پہنچا دے تو سمجھئے کہ آپ کے گھٹیا پن میں اضافہ ہو گیا ہے اور آپ کی عقل خود پسندی کا مقابلہ کرنے سے عاجز آ گئی ہے۔ یہ بھی تب ہے جب آپ بجا طور سے مدح و ستائش کے مستحق ہوں، جھوٹ پر مبنی خود ستائشی تو اور بھی بری بات ہے۔

☐ حضرت نوح علیہ السلام کا بیٹا، حضرت ابراہیم علیہ السلام کا باپ اور نبی کریم ﷺ کا چچا ابولہب افضل ترین انسانوں کے قریبی عزیز تھے اور ایسے لوگوں سے تعلق رکھتے تھے جن کی اتباع باعث عظمت ہے۔ اس کے باوجود انہیں اس کا کچھ فائدہ نہیں ہوا۔

☐ زیاد اور ابو مسلم ایسے شخص بھی گزرے ہیں جو صحیح شادی کے بغیر پیدا ہوئے لیکن دنیا کی حکمرانی میں انتہا کو پہنچے اور کچھ ایسے لوگ بھی آئے جن سے محبت اور ان کے نقوش عظمت کی پیروی سے باری تعالیٰ کا قرب حاصل کیا جاتا ہے۔ وہ نیکی اور تقویٰ میں واقعتاً انتہا کو پہنچے ہوئے تھے لیکن انہیں ہم اس موقع پر ذکر کرنا مناسب نہیں سمجھتے۔

☐ اگر آپ کو جسمانی قوت پر ناز ہے تو خچر، گدھے اور بیل کو دیکھیں وہ آپ سے زیادہ طاقتور اور بھاری بھرکم بوجھ اٹھانے کے قابل ہے۔

☐ اگر آپ جسم کے ہلکا پھلکا ہونے کی وجہ سے اپنے آپ کو پسند کرتے ہیں تو یہ بات آپ کو معلوم ہونی چاہیے کہ کتا اور خرگوش اس چیز میں آپ سے بہت آگے ہیں، یہ بات کس قدر تعجب خیز ہے کہ ایک ذی شعور شخص ایسی خوبی کی بنا پر خود پسندی کا شکار ہو جائے جس میں بے شعور اس سے آگے ہوں۔

☐ یہ بات بھی آپ کے علم میں رہے کہ جو شخص اپنے آپ کو پسندیدہ شمار کرتا ہے یا دوسرے لوگوں سے اپنے آپ کو برتر سمجھتا ہے اسے ایسے موقع پر اپنے پیمانہ صبر پر نظر ڈالنی چاہیے جب اسے کوئی پریشانی، مصیبت، تکلیف، دکھ درد یا جسمانی بیماری لاحق ہو۔

☐ اگر وہ اپنے آپ کو کم صابر محسوس کرے تو اسے یہ یقین ہو جانا چاہیے کہ کوڑھی اور دیگر بیماریوں میں مبتلا شخص اس کی نسبت عقل و شعور میں کم ہونے کے باوجود اس سے افضل و برتر ہیں۔

☐ اگر وہ خود کو صابر و شاکر معلوم کرے تو اسے پتہ ہونا چاہیے کہ اس نے کوئی ایسا کارنامہ سرانجام نہیں دیا جس کی بنا پر وہ مذکورہ لوگوں پر سبقت لے گیا ہو بلکہ وہ اس معاملہ میں ان سے پیچھے یا ان کے برابر ہوگا، اس کے علاوہ اور کچھ نہیں۔ لیکن ایسے میں اسے اللہ تعالیٰ کی طرف سے عطا کردہ انعامات، مال و دولت، نوکر چاکر، حلقہ احباب، صحت اور منصب کے بارے میں اپنے کردار اور رویے کو مدنظر رکھنا ہوگا۔

☐ اگر وہ باری تعالی کے فریضہ کی ادائیگی میں کوتاہی یا اپنے عدل وانصاف میں اندیشہ محسوس کرے تو وہ اندازہ لگا لے کہ اس سے زیادہ انعامات والے ایسے شکر گزار، عدل پسند اور نیک کردار لوگ بھی موجود ہیں جو اس سے افضل و برتر ہیں۔

☐ اگر وہ اپنے آپ کو عدل وانصاف کا پابند محسوس کرے تو اس کا تجزیہ غلط ہے کیونکہ عدل پسند، خود پسندی سے بہت دور ہوتا ہے، وہ مختلف چیزوں کے حقائق اور اخلاق وکردار کی بلندیوں سے شناسا ہوتا ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ وہ اعتدال پسندی کے عمدہ راستے پر بھی گامزن ہوتا ہے جو افراط وتفریط کے درمیان ہے۔ اگر پھر بھی وہ خود پسند ہو تو وہ بجائے منصف ہونے کے افراط کا شکار ہے۔

رعایا اور ملازمین سے تعلق

☐ زیر نگرانی ملازموں یا رعایا کے ساتھ برا رویہ اختیار کرنا اور ان پر ظلم کرنا گھٹیا ذہنیت، کم ہمتی اور ضعیف العقل ہونے کی دلیل ہے۔ عقل مند شخص جو بلند ہمت اور رفیع النفس ہو وہ طاقت میں اپنے جیسوں کو مغلوب کرتا ہے۔

☐ جو شخص مقابلے کی تاب نہ رکھتا ہو اس پر دست درازی کرنا کم ظرفی، ذہنی و اخلاقی کمینگی، بے بسی اور کم تری کی دلیل ہے۔ جو شخص اس طرح کرتا ہے اس کی مثال ایسے ہی ہے جیسے کوئی شخص چوہے مارنے، پسو کو ختم کرنے یا جوؤں کو مَل دینے پر خوش ہو، اس سے بڑھ کر کمینگی اور گھٹیا پن کیا ہوگا؟

☐ دلوں کو رام کرنا شیروں کو سدھارنے سے زیادہ مشکل ہے، کیونکہ شیروں کو جب پنجروں میں بند کر دیا جاتا ہے تو ان کے شر سے انسان محفوظ ہو جاتا ہے۔ جب کہ دل کو قید کرنے سے بھی اس کے شر سے محفوظ نہیں رہا جا سکتا۔

☐ خود پسندی ایک تنا ہے۔ فخر، غرور، تکبر، نخوت اور بڑائی کا اظہار اس کی شاخیں ہیں۔ یہ تمام الفاظ قریب قریب معنوں میں استعمال ہوتے ہیں، یہی وجہ ہے کہ اکثر لوگوں کے لئے ان میں فرق کرنا مشکل ہوتا ہے۔

خود پسندی کے مختلف اسباب

خود پسندی کبھی کبھی آدمی کی نمایاں خوبی کی بنا پر ہوتی ہے:

☐ کچھ لوگ اپنے علم کی بنا پر خود پسند ہوتے ہیں۔ وہ ترش روئی سے پیش آتے ہیں اور لوگوں کے سامنے اپنے آپ کو بڑا ظاہر کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔

☐ کچھ لوگ اپنے عمل کی بنا پر خود پسند ہو کر رفعت و بلندی کے خواہاں ہوتے ہیں۔

☐ کچھ لوگ اپنی سوچ و بچار کی خود پسندیوں کا شکار ہو کر دوسروں کے سامنے اظہار تکبر کرتے ہیں۔

☐ کچھ لوگ اپنے حسب ونسب کی بنا پر خود پسندی اور فخر و مباہات کا اظہار کرتے ہیں۔

☐ کچھ لوگ اپنے منصب کی بنا پر خود پسندی میں پڑ جاتے ہیں اور لوگوں کے سامنے کبر و غرور کا مظاہرہ کرتے ہیں۔

☐ خود پسندی کا کم از کم درجہ یہ ہے کہ اس میں مبتلا شخص خوشی کے مواقع پر ہنسنے، طبعی

حرکات وسکنات اور اپنے متعلق انتہائی ضروری بات کے علاوہ گفتگو کرنے سے گریز کرتا ہوا دکھائی دے گا، تاہم یہ خامی دوسری خامیوں سے کم تر ہے۔ اگر کوئی شخص یہی کام واجبات پر اکتفا کرنے اور فضول کاموں کو ترک کرنے کی نیت سے کرے تو یہ خوبی اور لائق تحسین عمل ہے۔ لیکن یہ شخص لوگوں کو حقیر سمجھنے اور اپنے آپ کو برتر سمجھنے کی بنا پر کر رہا ہوتا ہے اس لئے یہ قابل مذمت ہوتا ہے۔ عملوں کا دار و مدار نیتوں پر ہے۔ ہر شخص کو نیت کے مطابق ہی صلہ ملتا ہے۔

☐ اگر معاملہ اس سے آگے بڑھ جائے اور آدمی میں خود پسندی کا شعور بھی نہ ہو اور وہ فہم وفراست سے بھی کورا ہو تو نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ وہ لوگوں کا سر عام مذاق اڑاتا ہے، گفتگو اور لین دین میں انہیں حقیر سمجھتا ہے۔

☐ اگر صورت حال اس سے بھی تجاوز کر جائے اور عقل وشعور میں کمی پیدا ہو جائے تو بات لوگوں پر دست درازی، بے جا تسلط، ظلم وزیادتی، سرکشی، من پسندی اور ممکن ہو تو دل میں جو آئے کر گزرنے تک جا پہنچتی ہے۔ اگر یہ ممکن نہ ہو تو وہ شخص محض خود ستائشی، لوگوں کو برا بھلا کہنے اور ان کا مذاق اڑانے پر ہی اکتفا کرتا ہے۔

خود پسندی کی ایک عجیب وغریب صورت

کبھی کبھی خود پسندی کسی آدمی میں کسی خوبی کے بغیر اور بے مقصد بھی پائی جاتی ہے۔ اس کی ایک صورت بڑی تعجب خیز ہے۔ اس کو عوام الناس ''شیخی بکھیرنے'' سے تعبیر کرتے ہیں۔ یہ چیز عورتوں اور عورتوں جیسی عقل رکھنے والے مردوں میں بکثرت پائی جاتی ہے۔ اس سے مراد ایسے شخص ہیں جن میں کوئی بھی خوبی نہ ہو۔ علم ہو نہ شجاعت، خوش حالی ہو نہ عالی نسب، اور نہ ہی بے بہا مال و دولت بلکہ وہ خود بھی یہ جانتے ہوں کہ وہ ان سب چیزوں سے تہی دامن ہیں، کیونکہ ان چیزوں میں بچہ بھی غلطی نہیں کرتا۔ ان میں غلطی صرف وہ کرتا ہے جسے ان میں سے کچھ بھی نہ ملا ہو، لیکن وہ

کم عقل ہونے کی وجہ سے سمجھتا رہے کہ وہ درجہ انتہا کو پہنچ گیا ہے مثلاً:

☐ جس شخص کے پاس تھوڑا سا علم ہو اور وہ خود کو مکمل عالم سمجھے۔

☐ جو شخص ظالموں میں ڈوبے ہوئے حسب ونسب کا مالک ہو اور ظالم بھی ایسے جو اپنے ظلم میں بالا دست نہ ہوں، یہ شخص فرعون کا بیٹا بھی ہو، تو بھی حسب ونسب اسے خود پسندی سے آگے بڑھنے نہیں دے گا۔

☐ کوئی شخص شاہسواری کا ماہر ہو اور اپنے بارہ میں یہ سمجھ لے کہ وہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو شکست دے دیگا، حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کو قیدی بنا لے گا اور حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو شہید کر دے گا۔

☐ کسی شخص کے پاس معمولی سا عہدہ ہو اور وہ اسکندر کو کچھ نہ سمجھے۔

☐ کوئی شخص دستکاری کے ذریعے ضرورت سے کچھ زائد دولت کما لینے پر قادر ہو۔ اگر ایسا شخص پوری دنیا کا بھی چکر کاٹ لے تو وہ اپنی حیثیت سے آگے نہیں بڑھ سکے گا۔

☐ خود پسندی کی بہتات زیادہ تر ایسے لوگوں میں ہوتی ہے جو علم سے بالکل کورے، حسب ونسب سے فارغ، مال ودولت اور عہدہ ومنصب سے تہی دامن اور شجاعت سے عاری ہوں۔ یہ لوگ معمولی انسانوں کے زیر کفالت اور زیر نگیں نظر آئیں گے۔ ایسے لوگ ان تمام خوبیوں سے عاری اور تہی دامن ہونے کا علم رکھتے ہوئے بھی کبر وغرور کا شکار رہتے ہیں۔

مصنف رحمۃ اللہ علیہ کا تجزیہ

میں نے ایک انتہائی خود پسند شخص سے باتوں ہی باتوں میں پوچھنا چاہا کہ وہ اپنے آپ کو بڑا اور لوگوں کو حقیر کیوں سمجھتا ہے؟ اس سے اس کے علاوہ کوئی جواب نہ بن پایا کہ: ''میں آزاد ہوں کسی کا غلام نہیں ہوں'' میں نے اسے جواب میں کہا کہ جو لوگ

آپ کو دکھائی دے رہے ہیں ان میں سے اکثر آپ کی طرح آزاد ہیں، کسی کے غلام نہیں ہیں۔ وہ آپ سے زیادہ مال دار ہیں بلکہ ان کا آپ پر اور آپ جیسے بہت سے لوگوں پر حکم چلتا ہے۔ یہ سن کر وہ کوئی اور جواب نہ دے سکا۔ پھر میں ایسے لوگوں کے احوال وظروف کی کرید میں پڑ گیا، میں نے سال ہا سال اس بلا مقصد خود پسندی پر غور وفکر میں لگا دیئے۔ میں ان کے ظاہری حالات اوران کی گفتگو سے ان کے دلوں کی پوشیدہ کیفیت کو معلوم کرنے کی مسلسل تگ ودو کرتا رہا۔ ان کے بارہ میں، میں اس نتیجہ پر پہنچا کہ وہ اس خوش فہمی کا شکار ہیں کہ ان کے پاس غیر معمولی فہم وفراست اور گہرا شعور وامتیاز ہے۔ اگر زمانہ انہیں موقع دے تو ان کے سامنے بہت سی راہیں کھل جائیں، وہ بڑی بڑی سلطنتوں کا انتظام سنبھال لیں اور باقی لوگوں پر ان کی برتری واضح ہو جائے، اگر ان کے پاس دولت ہو تو وہ اسے بہترین مصرف میں لگائیں۔ یہی ایک وجہ ہے جس کی بنا پر ان میں تکبر اور غرور سرایت کر گیا ہے۔ اس گفتگو کے دوران ایک تعجب خیز بات سامنے آئی۔

تعجب خیز بات

انسانی خوبیوں میں عقل وشعور ہی صرف ایسی خوبی ہے کہ جس قدر کوئی شخص اس سے تہی دامن ہوگا اسی قدر اس کے ذہن میں یہ بات یقینی اور پختہ ہوتی جائے گی کہ وہ اس میں پختہ اور کامل دسترس کا حامل ہے۔ دیوانگی کی حدوں کو چھونے والے اور نشہ سے مخمور شخص، عقل مند کا مذاق اڑاتے نظر آئیں گے۔ بے وقوف اور کم عقل لوگ دانش منداور فاضل علماء سے استہزاء کرتے دکھائی دیں گے۔ کم سن بچے، پختہ عمر لوگوں پر ہنستے دکھائی دیں گے۔ بے وقوف، عقل مندوں کو حقیر سمجھتے نظر آئیں گے۔ معمولی عقل کی مالک عورتیں بڑے بڑے مردوں کی فہم وفراست اوران کے افکار ونظریات کو ناقص سمجھتی دکھائی دیں گی۔ مختصر یہ کہ جس قدر کوئی شخص ناقص العقل ہوتا ہے اسی قدر وہ اپنے آپ کو لوگوں سے زیادہ عقل منداور کامل شعور سے بہرہ ور سمجھتا ہے۔

دوسرے کاموں کی صورت حال یہ نہیں ہے۔ ان سے اگر کوئی شخص تہی دامن ہو تو اسے معلوم ہوتا ہے وہ کہ اس سے ناواقف ہے۔ ان میں صرف انہی لوگوں کو مغالطہ لگتا ہے جو ان کاموں میں کچھ نہ کچھ حصہ دار ہوں، اگر چہ وہ انتہائی معمولی حد تک ہوں۔ اگر کوئی شخص صاحب بصیرت نہ ہو تو وہ یہ سمجھ بیٹھتا ہے کہ وہ متعلقہ کام میں بلند درجے پر فائز ہے۔

ایسے لوگوں کا علاج غربت وافلاس اور گم نامی ہے۔ اس سے زیادہ مفید ان کا کوئی علاج نہیں ہے۔ ایسے افراد لوگوں کے لئے از حد نقصان دہ اور ضرر رساں ہوتے ہیں۔ جب بھی آپ انہیں دیکھیں گے وہ لوگوں کی خامیاں بیان کرنے، ان کی عزتوں پر حملہ کرنے اور ان کا مذاق اڑانے، حقائق سے روگردانی کرتے ہوئے بے ہودہ باتیں بکنے میں مصروف ہوں گے۔ بلکہ وہ گاہے بگاہے کسی معمولی بات پر ایک دوسرے کو تھپڑ رسید کرنے اور دست بگریباں ہونے تک کا ارادہ کر لیتے ہیں۔

کچھ انوکھے افراد

شاذ ونادر یہ بھی ہوتا ہے کہ خود پسندی کسی شخص کے دل میں چھپی رہتی ہے۔ جب اسے دولت یا کوئی معمولی منصب مل جائے تو وہ فوراً عیاں ہو جاتی ہے اور وہ شخص اسے چھپانے یا اس پر قابو پانے سے قاصر رہتا ہے۔ مجھے ایسے کم عقل لوگوں کی ایک عجیب صورت حال مشاہدہ کرنے کا موقع ملا اور وہ اس طرح کہ کچھ لوگ اپنے دل میں کم سن بچوں اور بیوی کی پوشیدہ محبت سے مغلوب ہو کر انہیں سر عام اور بھری محفلوں میں بہت زیادہ عقل مند اور دانش ور ثابت کرنا شروع کر دیتے ہیں۔ بسا اوقات وہ یہ بھی کہہ دیتے ہیں کہ ”وہ تو مجھ سے زیادہ عقل مند ہے اور میں بطور تبرک اس سے نصیحت حاصل کرتا ہوں“ جہاں تک بیوی کے حسن و جمال اور خوبصورتی کو بیان کرنے کا تعلق ہے تو اس قسم کے کم عقل لوگ کثیر تعداد میں موجود ہیں۔ وہ اس کی تعریف وتوصیف میں اس قدر مبالغہ آمیزی

کرتے ہیں کہ شاید وہ بیوی کے سامنے بھی سامعین کو متوجہ کرنے کے لئے اس سے بہتر الفاظ زبان پر نہ لا سکیں۔ یہ صرف اور صرف ایسے کم عقل لوگوں کا رویہ ہے جو اپنی ذاتی خوبیوں کو سمجھنے سے کورے ہوں۔

خودستائشی کا نقصان

خودستائشی سے مکمل گریز کریں۔ جو شخص بھی آپ کو ایسا کرتے ہوئے سنے گا، اگر آپ سچے بھی ہوں، وہ آپ کی بات تسلیم نہیں کرے گا، بلکہ اس کے برعکس اسے آپ کی اولیں خامی شمار کرے گا۔

لوگوں کی مدح وتعریف

☐ کسی شخص کے سامنے اس کی تعریف کرنے سے بچیں کیونکہ یہ چاپلوس اور کم ظرف لوگوں کا کام ہے۔

☐ کسی شخص کی عیب جوئی نہ اس کے سامنے ہی کریں اور نہ اس کے پس پشت، آپ کو اپنی اصلاح سے ہی فرصت نہیں ملنی چاہیے۔

لوگوں کو اپنے حالات سے آگاہ کرنا

☐ لوگوں کے سامنے غربت وافلاس کا اظہار نہ کریں، ایسا کرنے سے سامعین یا تو آپ کی تکذیب کریں گے یا آپ کو حقارت کی نظر سے دیکھیں گے۔ آپ کا اپنا بھی اس میں کوئی فائدہ نہیں، بلکہ یہ باری تعالی کی ناشکری ہے یا پھر لوگوں کے سامنے اس کا شکوہ ہے حالانکہ وہ آپ پر مہربانی نہیں کر سکتے۔

☐ کسی شخص کے سامنے اپنی خوش حالی بھی ذکر نہ کریں وگرنہ سننے والا آپ سے امید لگا بیٹھے گا۔ زیادہ سے زیادہ یہ کریں کہ اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کریں، اسی کا محتاج رہنے اور باقی سب سے بے نیاز رہنے کا ذکر کریں۔ اس سے آپ کی شان وشوکت بھی بڑھے گی اور لوگوں کے طمع اور لالچ سے راحت بھی مل جائے گی۔

کون سا کام ترک نہ کیا جائے؟

عقل مند شخص وہ ہے جو اس کام کو کبھی ترک نہ کرے جسے کرنا اس کی عقل نے ضروری قرار دیا ہو۔

اگر لوگ آپ سے کسی چیز کی توقع رکھیں؟

☐ جو شخص لوگوں کو کسی چیز کی امید دلاتا ہے اس کے لئے یہ چیز انہیں دیئے بغیر چارہ نہیں ہوتا، اگر وہ انہیں نہیں دے گا تو وہ اسے برا بھلا کہیں گے اور اس کے دشمن بن جائیں گے۔

☐ اگر آپ کوئی چیز کسی کو دینا چاہیں تو مانگنے سے پہلے ہی اسے دے دیں، یہ طریقہ زیادہ باعث عزت، لائق بے نیازی اور مستوجب شکر ہے۔

حاسد کا ایک عجیب وغریب انداز

حاسد جب کسی کے بارہ میں یہ سنتا ہے کہ اس نے کوئی منفرد علمی کارنامہ سرانجام دیا ہے تو وہ کہتا ہے ''یہ بے فائدہ سی چیز ہے اس سے پہلے یہ کسی نے کیا نہ کہا۔'' اگر اسے پتہ چل جائے کہ یہ بات اس سے پہلے بھی کسی نے کہی ہے تو وہ کہتا ہے کہ ''یہ بے فائدہ بات ہے، اس سے پہلے بھی کہی جا چکی ہے'' یہ ایسے برے لوگوں کا رویہ ہے جو علم کی راہ میں رکاوٹ بنتے ہیں اور لوگوں کو اس پر چلنے سے روکتے ہیں تا کہ ان جیسے جاہل بڑھتے چلے جائیں۔

عقل مند اور بے وقوف کا باہمی تعلق

دانش مند انسان کو کج فطرت انسان کے پاس بیٹھ کر دانائی کوئی فائدہ نہیں دیتی بلکہ وہ اسے بھی اپنی طرح کج فطرت سمجھنے لگ جاتا ہے۔ بہت سے ایسے گھٹیا مزاج لوگ میرے مشاہدہ میں آئے جو یہ تصور رکھتے تھے کہ سب لوگ انہی جیسا مزاج رکھتے ہیں۔ وہ

یہ بات قطعی طور پر ماننے کے لئے تیار نہیں ہوتے تھے کہ دنیا میں ایسے افراد بھی موجود ہیں جوان میں پائی جانے والی خامیوں سے محفوظ ہیں۔ یہ کج روی کا کم ترین درجہ ہونے کے علاوہ نیکی اور بھلائی سے محروم ہونے کا سبب بھی ہے، ایسے شخص سے تزکیہ نفس کی کبھی امید نہیں رکھی جاسکتی۔ توفیق تو اللہ تعالیٰ کے اختیار میں ہے۔

عدل وانصاف

عدل وانصاف ایک ایسا قلعہ ہے جہاں تمام خوف زدہ لوگ پناہ لیتے ہیں۔ اس کی دلیل یہ ہے کہ ظالم وغیر ظالم دونوں ہی جب کسی کو ظلم پر آمادہ دیکھتے ہیں تو وہ اسے عدل و انصاف کی تلقین اور ظلم وزیادتی کی مذمت کرتے ہیں، کوئی بھی شخص عدل وانصاف کو برا بھلا کہتا نظر نہیں آئے گا۔ جس شخص کے مزاج میں عدل وانصاف موجود ہے وہ ایک محفوظ قلعے میں رہ رہا ہے۔

توہین اور خیانت

☐ توہین خیانت کی ایک قسم ہے، جو شخص توہین نہیں کرتا وہ بھی کبھی خیانت کر لیتا ہے۔ لیکن جو شخص توہین کرتا ہے وہ آپ کے ساتھ انصاف کرنے میں خائن ہے۔ لہٰذا ہر توہین کرنے والا خائن ہوتا ہے اور ہر خائن توہین کرنے والا نہیں ہوتا۔

☐ کسی چیز کی توہین اس کے مالک کی توہین ہے۔

احسان جتلانا

دو مواقع پر ایک برا کام بھی پسندیدہ سمجھا جاتا ہے، ایک ہے سرزنش کا موقع اور دوسرا معذرت خواہی کا، ان دونوں مواقع پر احسان جتلانا اور حسن سلوک یاد دلانا پسندیدہ ہے جب کہ یہ کام ان دو مواقع کے علاوہ انتہائی برا محسوس ہوتا ہے۔

مال و دولت، جان اور عزت کا باہمی تعلق

☐ آبروریزی، خونریزی سے بھی بڑا جرم ہے۔

☐ معزز آدمی کے نزدیک دولت کی نسبت عزت زیادہ قابل قدر ہے۔

☐ باعزت آدمی کو دولت کے ذریعے جسم کی، جسم کے ذریعے جان کی، جان کے ذریعے عزت کی اور عزت کے ذریعے دین کی حفاظت کرنی چاہیے، دین کے عوض کسی بھی چیز کو تحفظ دینے کی کوشش نہ کی جائے۔

☐ عزت میں خیانت کرنا، مال و دولت میں خیانت کرنے سے کم جرم سمجھا جاتا ہے۔ اس کی دلیل یہ ہے کہ یہ بات تقریباً ناممکن ہے کہ کوئی شخص ایسا بھی موجود ہو جو عزت میں خیانت نہ کرتا ہو، اگرچہ معمولی ہی کرے اور ہو بھی ارباب کمال میں سے۔ جب کہ مال و دولت میں خیانت کرنا، کم ہو یا زیادہ، صرف ایسے لوگوں کا کام ہے جو گھٹیا مزاج اور عمدہ عادات و خصال سے دور ہوں۔

قیاس کی حقیقت

لوگوں کے بارہ میں قیاس آرائی اکثر و بیشتر غلط اور خلاف حقیقت ثابت ہوتی ہے، جس کام کی یہ صورت حال ہو اسے دین میں اختیار کرنا ناجائز ہے۔

تقلید کا نقصان

مقلد اپنی عقل میں خسارہ پانے پر خوش ہوتا ہے۔ حالانکہ ہو سکتا ہے کہ وہ اس کے باوجود دولت میں خسارے کو گراں سمجھتا ہو۔ اس لحاظ سے وہ بیک وقت دونوں چیزوں میں غلطی کرتا ہے۔

دولت کی اہمیت

مال و دولت میں خسارے کو وہی شخص ناپسندیدہ اور خطرناک نہیں سمجھتا جو کمینہ خصلت، کم ہمت اور اپنے آپ میں حقیر ہو۔

اچھائی اور برائی کا معیار

جو شخص اچھے کاموں کو پہچاننے سے قاصر ہو اسے اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ کے فرمودات پر اعتماد کرنا چاہیے کیونکہ یہ تمام تر اچھے کاموں پر محیط ہیں۔

راز داری اور حزم واحتیاط کس حد تک!

☐ بہت سی قابل اندیشہ باتیں ایسی ہوتی ہیں کہ ان سے بچاؤ کی راہ اختیار کرنا ان میں ملوث ہونے کا باعث بنتا ہے۔

☐ بہت سے راز ایسے ہوتے ہیں کہ انہیں چھپانے میں مبالغہ آمیزی کرنا انہیں فاش کرنے کا باعث بنتا ہے۔

☐ بسا اوقات روگردانی کرنا اور منہ پھیر لینا، مشکوک بنانے میں، نظروں کے سامنے رہنے کی نسبت زیادہ مؤثر ہوتا ہے۔ کمال یہ ہے کہ افراط وتفریط کے درمیان رہا جائے، کیونکہ یہ دونوں پہلو لائق مذمت ہیں۔ جس طرح یہ دونوں قابل مذمت ہیں اسی طرح دونوں کا درمیانی راستہ قابل تعریف ہے۔ عقل و دانش مذکورہ بالا اصول سے مستثنیٰ ہے کیونکہ اس میں ”افراط“ نام کی کوئی چیز نہیں ہے۔

☐ حزم واحتیاط میں غلطی کرنا کسی چیز کو ہاتھ سے نکال دینے کی غلطی سے بہتر ہے۔

ایک انوکھی بات

تعجب خیز بات یہ ہے کہ خوبیاں پسندیدہ بھی ہیں اور ثقیل بھی اور خامیاں ناپسندیدہ بھی ہیں اور خفیف بھی۔

عدل تک رسائی کس طرح؟

جو شخص انصاف کرنا چاہتا ہے وہ خود کو مدمقابل کے مقام پر تصور کرے، اس طرح ناانصافی کا رخ اس کے سامنے عیاں ہو جائے گا۔

دوست اور دشمن کی پہچان ضروری ہے

❑ نہ تو اپنے دشمن کو ظالم کے حوالے کریں اور نہ خود اس پر ظلم کریں۔ اس سلسلہ میں دشمن اور دوست کے ساتھ مساوی سلوک کریں۔ البتہ دشمن سے بچ کر رہیں، اسے اپنے نزدیک لانے اور اس کی قدر ومنزلت بڑھانے سے گریز کریں کیونکہ یہ بے وقوف لوگوں کا کام ہے۔

❑ جو شخص اپنے دوست اور دشمن کو اپنے نزدیک لانے اور قدر ومنزلت دینے میں یکساں رویہ اختیار کرتا ہے وہ لوگوں کے دلوں میں اپنی محبت کم کرتا اور عداوت کی راہ ہموار کرتا ہے۔ مزید برآں وہ اپنے مخالف کو معمولی سمجھنے، جانی دشمن کو اپنے خلاف موقع دینے، اپنے دوست سے بگاڑ پیدا کرنے اور اسے اپنے دشمن سے ملانے کی کوشش کرتا ہے۔

❑ نیکی کی انتہا یہ ہے کہ آپ کا دشمن آپ کے ظلم سے بھی محفوظ رہے اور اس بات سے بھی محفوظ رہے کہ آپ اسے مظلومیت کی حالت میں چھوڑیں۔ البتہ اسے نزدیک لانا ایسے کم عقل لوگوں کی عادت ہے جو تباہی کے دہانے تک پہنچ چکے ہوں۔

❑ بردباری یہ نہیں کہ آپ اپنے دشمنوں کو اپنے نزدیک لائیں، بلکہ بردباری یہ ہے کہ آپ ان سے کنارہ کش رہتے ہوئے ایک دوسرے کے شر سے محفوظ رہیں۔

دولت پر فخر کرنا

ہم نے ایسے بہت سے لوگ دیکھے جنھوں نے اپنے مال ومتاع پر فخر کیا اور یہ چیز ان کی تباہی کا سبب بن گئی، آپ ایسا کرنے سے بچیں کیونکہ اس میں سراسر نقصان ہے کسی قسم کا فائدہ نہیں۔

خاموشی کا فائدہ

❑ ہم نے ایسے بہت سے لوگوں کا مشاہدہ کیا ہے جنہیں گفتگو نے تباہ وبرباد کر دیا لیکن

کوئی شخص ایسا دکھائی نہیں دیا جسے خاموشی نے نقصان پہنچایا ہو۔

☐ آپ صرف وہی بات کریں جو باری تعالیٰ کا قرب نصیب کرے۔

☐ اگر آپ ظالم سے خائف ہوں تو خاموشی اختیار کیے رکھیں۔

موقع غنیمت سمجھیں

وہ کام جنہیں کرنے کا موقع ملنے کے باوجود نہ کیا جائے ان میں سے اکثر و بیشتر ہاتھ سے چھوٹ جاتے ہیں اور انہیں بعد میں کرنا ناممکن ہو جاتا ہے۔

معاشرے کا ظلم و ستم

انسان پر زندگی میں بہت سی آزمائشیں آتی ہیں لیکن اس کے لئے سب سے بڑی آزمائش اپنے ہی ہم صنف انسانوں کی طرف سے ہوتی ہے۔

انسان کو لوگوں کی طرف سے پہنچنے والی تکلیف خونخوار درندوں اور زہریلے سانپوں کی تکلیف سے زیادہ نقصان دہ ہوتی ہے کیونکہ ان چیزوں سے بچاؤ ممکن ہے اور انسان سے بچاؤ بالکل ناممکن ہے۔

ایک عجیب رویہ

زیادہ تر لوگوں پر منافقت غالب ہے لیکن عجیب بات یہ ہے کہ ان کے ہاں قابل اعتماد بھی وہی شخص ہوتا ہے جو ان سے منافقانہ رویہ اختیار کرے۔

متضاد چیزوں میں یکسانیت

☐ اگر کوئی شخص یہ کہے کہ مختلف مزاج دائرہ نما شکل رکھتے ہیں، کیونکہ متضاد باتوں کے کنارے باہم مل جاتے ہیں تو اس کی یہ بات صداقت سے بعید نہیں ہے۔ ہم دیکھتے ہیں کہ متضاد باتوں کے نتائج یکساں ہوتے ہیں، مثلاً آدمی خوشی کے وقت بھی رو پڑتا ہے اور غم کے موقع پر بھی، اسی طرح فرط محبت اور فرط نفرت دونوں لغزشوں کے

تجسس میں جا کر مل جاتی ہیں اور یہ چیز کبھی کبھی صبر اور انصاف نہ کرنے کی صورت میں قطع تعلق کا باعث بنتی ہے۔

☐ اگر انسان پر اس چیز کے ذریعے حملہ کیا جائے جو اس کے مزاج پر غالب ہو، وہ جتنی بھی احتیاط کر لے، شکست خوردہ ہو جاتا ہے۔

توہم پرستی کا نقصان

تشکیک مزاجی کذب بیانی کا سبق دیتی ہے، ایسا شخص اکثر و بیشتر معذرت کرنے پر مجبور ہوتا ہے اور آہستہ آہستہ اس کا عادی ہو جاتا ہے پھر اسے معمولی خیال کرنے لگتا ہے۔

جھوٹے شخص کی پہچان

☐ جو شخص فطرتاً سچا ہو اس کے خلاف سب سے بڑا گواہ اس کا چہرہ ہوتا ہے جب وہ جھوٹ بولنا چاہتا ہے، اس کے چہرے پر شکوک و شبہات کے آثار نمایاں ہو جاتے ہیں۔

☐ جھوٹے شخص کے خلاف سب سے بڑی گواہی اس کی زبان ہوتی ہے کیونکہ وہ بات کرتے ہوئے لڑکھڑاتی ہے اور اس کی گفتگو میں تضاد ہوتا ہے۔

کن لوگوں میں برائیاں زیادہ پائی جاتی ہیں؟

جو لوگ عملی طور سے برائیوں کو معمولی سمجھتے ہیں وہی انہیں ہولناک بیان کرنے میں پیش پیش ہوتے ہیں۔ یہ چیز ان مردوں اور عورتوں کی بدگوئی سے عیاں ہوتی ہے جو کمینہ خصلت ہوں اور گھٹیا پیشوں کے مالک ہوں۔ مثلاً تھیٹروں میں کام کرنے والے عیش کوش، کوڑا کرکٹ اٹھانے والے چمار، مذبح خانوں میں کام کرنے والے ملازم، زنا کار اور مویشیوں کے چرواہے وغیرہ، یہ لوگ ایک دوسرے پر غلیظ قسم کی الزام تراشی اور تہمت بازی میں پیش پیش ہوتے ہیں، حالانکہ یہی ان کاموں کے عادی اور رسیا ہوتے ہیں۔

دشمن سے ملاقات

ملاقات کینے کو ختم کر دیتی ہے، یوں لگتا ہے کہ ایک دوسرے پر نظر پڑنے سے دلوں کی اصلاح ہوتی ہے، اس لئے دوست کا دشمن سے ملنا ناگوار نہیں ہونا چاہیے کیونکہ یہ چیز اسے نرمی پر آمادہ کرے گی۔

پریشانیوں کی درجہ بندی

☐ تمام چیزوں میں سے خوف و ہراس، غم، بیماری اور غربت و افلاس زیادہ ناگوار ہیں، ان میں سے سب سے زیادہ دردناک احساس محرومی اور ناپسندیدہ چیز کا اندیشہ ہے اس کے بعد مرض اور بیماری کا درجہ ہے۔ اس کے بعد خوف اور پھر غربت و افلاس کی باری آتی ہے۔

اس کی دلیل یہ ہے کہ غربت و افلاس، خوف و ہراس دور کرنے سے پیدا ہوتا ہے کیونکہ آدمی اپنے مال و دولت کو حصول امن کیلئے بے دریغ خرچ کرتا ہے۔

☐ خوف و ہراس اور غربت و افلاس، مرض کے ازالے سے پیدا ہوتے ہیں۔ جب انسان موت سے ڈرتا ہے تو صحت کے حصول کے لئے بے دریغ خرچ کرتا ہے، بلکہ جب اسے موت کا یقین ہو جائے تو اپنی تمام تر دولت خرچ کرنا بھی پسند کرنے لگتا ہے، جب کہ خوف کو اس لئے معمولی سمجھتا ہے کہ اس کے ذریعے پریشانی کا ازالہ کیا جائے اس طرح وہ اپنی پریشانی دور کرنے کے لئے اپنی جان کو داؤ پر لگا دیتا ہے۔ ان میں سے جو چیز معزز لوگوں پر گراں گزرتی ہے وہ کمینہ خصلت کے ہاں معمولی ہے۔

☐ درد کے لحاظ سے زیادہ تکلیف وہ مرض ہے جو کسی ایک ہی عضو میں ہمیشہ رہنے والا ہو۔

اخلاق و عادات کے بارہ میں کچھ اشعار پیش خدمت ہیں۔

إِنَّمَا الْعَقْلُ أَسَاسٌ   فَوْقَهُ الْأَخْلَاقُ سُوْرٌ
عقل تو صرف ایک بنیاد ہے   اخلاق و عادات اس کی بالائی عمارت ہے
فَحَلِّ الْعَقْلَ بِالْعِلْمِ   وَإِلَّا فَهُوَ بُوْرٌ
عقل کو علم سے مزین کر لیں   وگرنہ وہ ہلاکت ہے
جَاهِلُ الْأَشْيَاءِ أَعْمٰى   لَا يَرٰى كَيْفَ يَدُوْرُ
بے علم اندھا ہوتا ہے   وہ زندگی گزارنے کے ڈھنگ سے ناآشنا ہوتا ہے
وَتَمَامُ الْعِلْمِ بَالْعَدْ   لِ وَإِلَّا فَهُوَ زُوْرٌ
علم کا کمال عدل و انصاف ہے   وگرنہ وہ سراسر ملمع سازی ہے
وَ زِمَامُ الْعَدْلِ بِالْجُوْ   دِ وَ إِلَّا فَيَجُوْرُ
عدل کی باگ دوڑ سخاوت   ہے وگرنہ وہ بھی ظلم ہے
وَ مِلَاكُ الْجُوْدِ بِالنَّجْدَ   ةِ وَالْجُبْنُ غُرُوْرٌ
سخاوت کی کلید شجاعت ہے   جب کہ بزدلی محض دھوکہ ہے
عِفَّ إِنْ كُنْتَ غَيُوْ   رًا مَا زَنٰى قَطُّ غَيُوْرٌ
اگر تم غیرت مند ہو تو پاک دامن   ہو کر رہو کوئی غیرت مند زنا نہیں کرتا
وَ كَمَالُ الْكُلِّ بِالتَّقْوٰى   وَ قَوْلُ الْحَقِّ نُوْرٌ
ان سب چیزوں کا کمال زہد و تقویٰ ہے   اور گویائی حق نور ہے
ذِيْ أُصُوْلُ الْفَضْلِ عَنْهَا   حَدَثَتْ بَعْدُ الْبُذُوْرُ
کمال کی یہی بنیادیں ہیں   انہی سے حسن اخلاق کے بیج اگتے ہیں

اس سے متعلق میرا مزید شاعرانہ کلام ملاحظہ ہو:

زِمَامُ الْأُصُوْلِ جَمِيْعِ الْفَضَائِلِ   عَدْلٌ وَّ فَهْمٌ وَّ جُوْدٌ وَّ بَأْسٌ
تمام تر کمالات کی باگ دوڑ   انصاف، عقل مندی، سخاوت اور شجاعت ہیں

فَمِنْ ھٰذِہٖ رُکِّبَتْ غَیْرُھَا   فَمَنْ حَازَھَا فَھُوَ فِی النَّاسِ رَأْسُ
باقی سب انہیں کا آمیزہ ہیں   جو ان پر حاوی ہے لوگوں کا سردار ہے
کَذَا الرَّأْسُ فِیْہِ الْأُمُوْرُ الَّتِیْ   بِاِحْسَاسِھَا یُکْشَفُ الْاِلْتِبَاسُ
سر کی بھی یہی کیفیت ہے اس میں ایسی چیزیں ہیں   جنہیں معلوم کرنے سے حق و باطل کی پہچان ہوتی ہے

◆ ◆

باب نمبر:9

انسان کی عجیب وغریب عادتیں

انسان کی عجیب وغریب عادتیں

ظالم اور مظلوم کا ایک انوکھا انداز

عقل مند کو یہ دیکھ کر فیصلہ نہیں کرنا چاہیے کہ کوئی شخص اپنی مظلومیت کا اظہار دردو کرب اور آہ وفغاں کے ذریعے کر رہا ہے، بہت زیادہ چیں بجبیں ہے اور واویلا کر رہا ہے۔ میں ایسا کرنے والے کچھ لوگوں کے بارہ میں اس نتیجہ پر پہنچا ہوں کہ وہ خود ظالم ہوتے ہیں، اس کے برعکس میں نے کچھ ایسے مظلوم دیکھے ہیں جو بالکل خاموش، دردوالم کے اظہار سے ناآشنا اور بے اعتنائی کا مظاہرہ کرتے ہیں۔ جو شخص بنظر غائر تجزیہ نہیں کرتا وہ جادۂ عدل سے ہٹ جاتا ہے، ایسی صورت حال میں حقیقت تک پہنچنے کی پوری کوشش کرنی چاہیے۔

☐ مذکورہ صورت حال کے حق میں یا اس کے خلاف مائل نہیں ہونا چاہیے بلکہ مساویانہ طور پر حق کی روشنی میں انصاف کا متلاشی رہنا چاہیے۔

غفلت اور تغافل میں فرق

☐ ایک عجیب وغریب بات یہ ہے کہ اگرچہ غفلت بری عادت ہے، لیکن اس سے فائدہ اٹھانا قابلِ تعریف ہے۔ یہ مذموم اس لئے ہے کہ جو شخص فطرتا غافل ہو وہ اسے بے محل استعمال کرتا ہے، اور حقیقت آشنائی سے محروم رہتا ہے، اسی بنا پر یہ عادت جہالت اور قابل مذمت سمجھی جاتی ہے۔

☐ جو شخص فطری طور پر ہوشیار اور بیدار مغز ہو وہ غفلت کو ایسے موقع پر استعمال کرتا ہے، جہاں بحث وکرید ناپسندیدہ ہو، وہ ادراک حقیقت کے لئے جذباتیت سے اجتناب کرنے، بردباری کو عمل میں لانے اور ناگوار چیز کو برداشت کرنے کے لئے

غافلانہ رویہ اختیار کرتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ غفلت قابل مذمت ہے اور تغافل (تجاہل عارفانہ) پسندیدہ ہے۔

☐ آہ وفغاں کرنے اور نہ کرنے، صبر اور عدم صبر کی بھی یہی صورت حال ہے، جو شخص اپنے آپ پر قابو پانے سے عاجز اور بے بس ہو جاتا ہے وہ اس بے فائدہ چیز کا اظہار کرتا ہے، یہ شریعت میں بھی قابل مذمت ہے، یہ عادت ضروری کاموں کو سرانجام دینے اور ایسے متوقع اندیشے کے لئے تیار رہنے سے بھی رکاوٹ ہے جو آہ وفغاں والے سانحہ سے زیادہ خطرناک ہوسکتا ہے۔

صبر وتحمل اور آہ وبُکا کس موقع پر؟

☐ اگر آہ وبکا قابل مذمت ہے تو صبر وتحمل قابل تعریف ہے اس سے آدمی خود کو قابو میں رکھتا ہے، بے فائدہ چیز سے دور رہتا ہے اور ایسی چیز کی طرف متوجہ ہوتا ہے جو اس کے لئے فوراً یا مستقبل میں مفید ہو۔

☐ صبر کو چھپا کر رکھنا قابل مذمت ہے کیونکہ یہ قلت احساس، قساوت قلب اور بے بسی کی دلیل ہے یہ عادتیں بدفطرت، گھٹیا اور درندہ صفت لوگوں میں پائی جاتی ہیں، جب صبر کی یہ شکل مذموم ہے تو اس کی متضاد صورت قابل تعریف ہے اور وہ ہے آہ وفغاں کو چھپائے رکھنا، کیونکہ یہ عادت مہربانی، شفقت اور فہم وفراست کی دلیل ہے۔ معتدل رویہ یہ ہے کہ اندرونی طور سے آہ وفغاں کرنے والا صابر وشاکر ہو، یعنی کہ اس کے چہرے اور دیگر جسمانی اعضا پر آہ وفغاں کے آثار نمایاں نہ ہوں۔

☐ اگر غلط رائے والے شخص کو یہ علم ہو جائے کہ اسے ماضی میں غلط منصوبہ سازی کی بنا پر کتنا نقصان اٹھانا پڑا تو وہ مستقبل میں اسے چھوڑ کر کامیاب ہو جائے۔ پھر بھی تمام تر توفیق اللہ تعالی کے ہاتھ میں ہے۔

✿✿

باب نمبر :10

راز جوئی، مدح پسندی
اور
ناموری کی خواہش

راز جوئی، مدح پسندی اور ناموری کی خواہش

راز جوئی اور ناموری کی خواہش سے ایسا شخص محفوظ رہ سکتا ہے جو انتہائی پست ہمت ہو یا جس نے اپنے دل کو رام کر کے اس کی خواہشات کا استحصال کر دیا ہو یا پھر خود کو اس بات کا عادی بنا لیا ہو کہ اس سے پوشیدہ رہ جانے والی کوئی بھی چیز، وہ مقامی ہو یا غیر مقامی، اسے معلوم کرنے کے بارہ میں اس نے کبھی سوچا تک نہ ہو۔

☐ جو شخص تمام چیزیں جاننے کا فکر مند رہتا ہے وہ پرلے درجہ کا دیوانہ اور انتہائی بے عقل ہے۔

☐ جو شخص مخفی چیز کے بارے میں فکر مند رہتا ہے اس سے سوال یہ کیا جائے کہ آیا اس سے چھپائی جانے والی چیز جسے اس سے چھپا لیا گیا ہے بعینہٖ وہ ان تمام چیزوں کی طرح نہیں ہے جو اس کی علمی دسترس سے باہر ہیں؟

ہم اسے یہ خواہش مغلوب کرنے کے لئے کہیں گے کہ وہ اپنی زبانِ عقل کے ذریعے اپنے دل سے پوچھے کہ اگر وہ اس کے چھپائے جانے سے بے خبر ہوتا تو کیا اسے جاننے کا شوق ہوتا یا نہیں؟ اس کا جوب یقیناً نفی میں ہوگا، لہٰذا اسے اپنے دل سے کہنا چاہیے کہ اب تم ایسے ہی ہو جاؤ جیسے تم نے اس صورت میں ہونا تھا، جب تم اس کے چھپائے جانے سے بے خبر ہوتے، اس کا فائدہ یہ ہوگا کہ اسے راحت اور آرام میسر آ جائے گا، اس کی بے چینی ختم اور حرص دور ہو جائے گی۔ یہ ایسے بیش بہا فوائد اور عالی شان مقاصد ہیں کہ ہر عقل مند ان کے حصول کا خواہش مند ہے اور انتہائی کم عقل ہی ان سے بے نیاز ہے۔

اچھی یاد چھوڑنے کی آرزو

جس شخص کو یہ فکر دامن گیر ہو کہ پوری دنیا پر اس کا شہرہ ہو اور رہتی دنیا تک زمانہ اسے یاد رکھے، اسے اپنے دل سے کہنا چاہیے کہ ”اگر رہتی دنیا تک روئے زمین پر تمہیں بہترین انداز میں یاد کیا جانے لگے لیکن تمہیں اس کا پتہ نہ چل سکے تو کیا تمہیں کوئی خوشی و مسرت ہو گی یا نہیں؟ اس کا جواب یقیناً نفی میں ہوگا، اس کے علاوہ دوسرا جواب نہیں ہو سکتا۔ جب یہ بات یقینی اور طے شدہ ہے تو یہ بھی یقین ہو جانا چاہیے کہ جب وہ شخص دنیا سے رخصت ہو جائے گا اس کے سامنے دنیا میں اس کا تذکرہ ہونے یا نہ ہونے کے بارہ میں پتہ چلانے کا کوئی راستہ نہیں ہوگا، اسی طرح دورانِ زندگی جب اسے اس کا پتہ نہ چلے تو اس کی بھی یہی کیفیت ہے۔

علاوہ ازیں اسے دو اور معنی خیز باتوں پر بھی غور کرنا چاہیے:

۱- ماضی میں بہت سے انبیاء و رسل ﷺ گزر چکے ہیں جن کا روئے زمین پر کوئی نام و نشان نہیں ہے، ان کا تذکرہ، ان کی تاریخ اور ان کے کسی بھی طرح کے نقوش نہیں ملتے۔

۲- سابقہ انبیاء ﷺ کے صحابہ کرام ﷺ، گزشتہ ادوار کے زاہد و عابد، فلسفہ دان، علماء، مختلف اقوام کے بادشاہ، شہروں کے آباد کار اور بادشاہوں کے پیروکار جن کے متعلق کسی کے پاس کوئی معلومات نہیں ہیں اور نہ ہی ان کی شخصیات کے بارہ میں کسی کو کچھ علم ہے، ان میں سے جو لوگ باکمال تھے کیا انہیں اس سے کوئی نقصان پہنچا یا ان کے کمالات میں کسی قسم کی کمی واقع ہوئی یا ان کی خوبیاں متاثر ہوئیں یا باری تعالیٰ کے ہاں ان کے رتبہ میں کوئی فرق پڑا؟ جو شخص اس بات سے ناواقف ہے اسے گزشتہ اقوام کی تاریخ پر غور کرنا چاہیے!

گزشتہ اقوام کی تاریخ

گزشتہ صدیوں کے بادشاہوں میں صرف اور صرف بنی اسرائیل کے بادشاہوں کی

تاریخ لوگوں کے سامنے کچھ تفصیل کے ساتھ موجود ہے، یا پھر ہمارے یونانی اور ایرانی بادشاہوں کی تاریخ کا کچھ حصہ ملتا ہے۔ سب کو ملایا جائے تو ان کی کل مدت دو ہزار سال سے زیادہ نہیں بنتی، جن لوگوں نے ان سے پہلے دنیا کو آباد کیے رکھا ان کی تاریخ کہاں ہے؟ کیا وہ مٹ نہیں گئی، ختم نہیں ہوگئی اور بالکل طاقِ نسیان میں نہیں چلی گئی؟ باری تعالی نے بھی یہی ارشاد فرمایا ہے:

﴿ وَ رُسُلًا لَّمْ نَقْصُصْهُمْ عَلَيْكَ ﴾ [النساء:١٦٤]

''اور بہت سے رسولوں کے واقعات ہم نے آپ کے سامنے بیان ہی نہیں کیے''۔

اور یہ بھی ارشاد فرمایا ہے:

﴿ وَ قُرُوْنًا بَيْنَ ذٰلِكَ كَثِيْرًا ﴾ [الفرقان:٣٨]

''اس دوران بہت سے ادوار گزرے ہیں''۔

مزید یہ بھی فرمایا:

﴿ وَالَّذِيْنَ مِنْ بَعْدِهِمْ لَا يَعْلَمُهُمْ اِلَّا اللّٰهُ ﴾ [ابراھیم:٩]

''اور جو لوگ ان کے بعد آئے انہیں اللہ کے علاوہ کوئی نہیں جانتا۔''

ایک انسان کا اگرچہ عرصہ دراز تک تذکرہ ہوتا رہے، وہ ماضی میں پائی جانے والی ان سابقہ اقوام کی طرح ہوجاتا ہے جن کا تذکرہ ہوتا رہا لیکن پھر انہیں بالکل بھلا دیا گیا۔

اچھی یاد باقی نہ رہنے کا نقصان؟

ایک دوسری قابل غور بات یہ ہے کہ جس شخص کا اچھا یا برا تذکرہ ہو، کیا اس بنا پر اللہ تعالی کے ہاں اس کا کوئی درجہ بڑھ جائے گا یا اسے کوئی ایسا رتبہ مل جائے گا جسے وہ زندگی کے دوران حاصل نہیں کرسکتا تھا؟ اگر صورت حال یہی ہے تو یاد کیے جانے کی خواہش رکھنا دھوکہ، فریب، بے مقصد اور قطعاً بے فائدہ ہے۔ ہونا تو یہ چاہیے کہ عقل مند انسان زیادہ سے زیادہ اچھے کام اور نیکیاں کرنے کا خواہش مند ہو جن کی بنا پر وہ اچھی یاد، عمدہ تاریخ،

مدح وستائش اور نیک کہلانے کا مستحق قرار پائے۔ یہی ایک چیز ہے جو اسے اللہ تعالیٰ کا قرب عطا کرے گی اور باری تعالیٰ کے ہاں ختم نہ ہونے والا فائدہ دے گی، توفیق باری تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے۔

احسان کا شکریہ کیسے ادا کیا جائے؟

محسن کا شکریہ ادا کرنا ایک لازمی فریضہ ہے اور اس کا طریق کار یہ ہے کہ اسے اس کے عوض اسے بہتر چیز دی جائے، اس کے معاملات کو بنظر اہتمام دیکھا جائے، اچھے انداز میں اس کا دفاع کیا جائے، اس کی زندگی میں اور اس کی وفات کے بعد اس کے ساتھ اور اس کے رفقاء کار اور اہل خاندان سے بھی وفاداری کی جائے، اس سے محبت کی جائے، اس کی خیر خواہی کی جائے، اس کی خوبیوں کا صداقت بھری زبان کے ساتھ لوگوں میں تذکرہ کیا جائے۔ جب تک آپ اس دنیا میں رہیں اس کی خامیوں کو چھپائے رکھیں اور اپنے لواحقین اور دوست واحباب کو بھی اس چیز کی تلقین کریں۔

غلط کام میں محسن کی معاونت؟

غلط کام میں محسن کا تعاون کرنے اور اسے دین ودنیا کے لحاظ سے مضر بات کہنے کا شکر گزاری سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ جو شخص کسی غلط کام میں اپنے محسن کا معاون بنتا ہے وہ اسے دھوکہ دیتا ہے، اس کے احسان کی ناشکر گزاری کرتا ہے، اس پر ظلم کرتا ہے اور اس کے احسان کا انکار کرتا ہے۔

حقیقی محسن اور اس کے نمایاں احسانات

انسان پر اللہ تعالیٰ کے احسانات تمام محسنوں سے عظیم تر، قدیم اور خوشگوار ہیں، اس ذات نے ہمیں بینائی سے بہرہ ور آنکھیں، شنوائی سے موصوف کان اور کئی خوبیوں سے شناسا حواس عطا فرمائے ہیں، اس نے ہمیں گویائی اور فہم ودانست ایسی دو نعمتوں سے نوازا

ہے جن کے ذریعے ہمیں اپنا مخاطب ہونے کے قابل بنایا۔ آسمان و زمین میں موجود عناصر اور سیاروں کو ہمارے تابع بنایا، مقدس فرشتوں کے علاوہ کسی بھی مخلوق کو ہم سے افضل و برتر نہیں بنایا اور وہ بھی صرف آسمانوں کو آباد کیے ہوئے ہیں۔ باقی محسنوں کے احسانات کی ان انعامات سے کیا نسبت ہے۔

جو شخص یہ سمجھتا ہے کہ وہ اپنے محسن کا شکریہ غلط کام میں معاونت کے ذریعے یا ناجائز کام میں رواداری کے ذریعے ادا کرے وہ سب سے بڑے مُنعم کا ناشکر گزار اور عظیم ترین محسن کا منکر ہے۔ ایسا کرتے ہوئے نہ تو اس نے مستحق شکر کا شکریہ ادا کیا اور نہ لائق حمد کی تعریف کی اور وہ ہے اللہ عزوجل کی ذات اقدس۔

اس کے برعکس جو شخص اپنے محسن اور ناجائز کام کے درمیان رکاوٹ بن جائے اور اسے تلخی حق پر استقامت کی تلقین کرے وہ اس کا صحیح معنوں میں شکر ادا کرتا ہے اور اپنے اوپر عائد ہونے والے فریضہ سے کما حقہ عہدہ برآ ہوتا ہے۔ اول و آخر ہر حال میں اللہ تعالیٰ ہی ہر قسم کی حمد و ثنا کے لائق ہے۔

◆ ◆

باب نمبر: 11

علمی محفلیں

علمی محفلیں

تعلیمی محفل میں کس نیت سے بیٹھا جائے؟

جب بھی آپ کسی علمی محفل میں بیٹھیں تو آپ کا وہاں بیٹھنا علم اور ثواب میں اضافے کی نیت سے ہونا چاہیے، نہ تو آپ اپنے علم کی بدولت خود کو بے نیاز سمجھ کر وہاں بیٹھیں، نہ ہی کسی علمی لغزش کو تلاش کر کے اسے عام کرنے کے لئے اور نئی بات سن کر بیان کرنے والے کو طعن و تشنیع کرنے کی غرض سے، کیونکہ یہ ایسے گھٹیا لوگوں کے کام ہیں جو دنیا میں کبھی کامیابی سے ہم کنار نہیں ہو سکتے۔

جب آپ متذکرہ بالا نیت سے وہاں بیٹھیں گے تو بہرکیف نیکی کے حصول سے بہرہ ور ہوں گے، اگر آپ وہاں اس نیت سے نہیں بیٹھتے تو آپ کا گھر میں بیٹھے رہنا جسمانی لحاظ سے زیادہ آرام دہ، اخلاقی لحاظ سے زیادہ باعزت اور دینی لحاظ سے محفوظ تر ہے۔ ①

مجلس علم میں بیٹھنے کے آداب

جب آپ مذکورہ نیت کے ساتھ بیٹھیں تو تین میں سے کوئی ایک انداز اختیار کریں، چوتھا انداز نہ اپنائیں:

۱- یا تو جاہلوں کی طرح بالکل خاموش بیٹھے رہیں، اس سے آپ کو حاضری کی نیت کا ثواب ملے گا۔ فضول حرکتیں نہ کرنے اور محفل کو رونق بخشنے کی وجہ سے آپ کی تعریف ہوگی اور اہل محفل کے دل میں آپ کی محبت جاگزیں ہوگی۔

---

① رسول اللہ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے کہ "جب کچھ لوگ اللہ تعالیٰ کے کسی گھر میں اکٹھے ہو کر بیٹھتے ہیں تو فرشتے انہیں اپنی آغوش میں لے لیتے ہیں، رحمت باری تعالیٰ انہیں ڈھانپ لیتی ہے اور اللہ تعالیٰ اپنے ہاں مقدس مخلوق کے سامنے ان کا ذکر خیر فرماتے ہیں"۔ [سنن ابو داؤد: باب الوتر]

۴- اگر آپ یہ طریقہ اختیار نہیں کرتے تو ایک طالب علم کے انداز میں کوئی بات دریافت کریں، اس سے آپ کو مذکورہ بالا چار فوائد کے علاوہ پانچواں فائدہ علم میں اضافے کی صورت میں ہوگا۔

سوال کرنے کا انداز

آپ کا سوال ایسی چیز کے متعلق ہونا چاہیے جس کا آپ کو علم نہیں، دانستہ چیز کے متعلق سوال کرنا بے وقوفی، کم عقلی، فضول گوئی اور وقت کو بے فائدہ کام میں لگانے کے مترادف ہے، ہوسکتا ہے کہ یہ آپ کو دشمنی مول لینے تک پہنچا دے۔ علاوہ ازیں یہ ایک فضول حرکت ہے، آپ فضول انسان نہ بنیں کیونکہ یہ بری عادت ہے۔

اگر آپ کو تسلی بخش جواب نہ ملے یا ایسا جواب ملے جسے آپ سمجھ نہ سکے ہوں تو آپ عالم سے کہیں کہ "میں سمجھ نہیں سکا" اور مزید دریافت کرلیں۔ اگر وہ آپ کو مزید معلومات نہ دے اور خاموش رہے یا پہلی ہی بات دہرا دے تو آپ دوبارہ پوچھنے سے باز رہیں ورنہ آپ کو تکلیف اور دکھ کا سامنا کرنے پڑے گا اور آپ کو مطلوبہ اضافہ بھی حاصل نہیں ہوگا۔

۳- تیسرا انداز یہ ہے کہ آپ ایک عالم کی حیثیت سے متکلم کی طرف رجوع کریں اور اس کی بات کا مُسْکِتْ جواب دیں۔

اگر آپ کے پاس محض اپنی بات دہرانے یا مدّ مقابل کے ہاں ناقابل قبول مباحثہ کے علاوہ کچھ نہیں تو آپ اس سے باز رہیں کیونکہ اس تکرار سے آپ کو نہ تو کوئی ثواب ہی ملے گا اور نہ آپ کسی کو کوئی بات سکھا سکیں گے۔ اور نہ خود ہی کچھ سیکھ سکیں گے بلکہ اس سے آپ خود کو اور اپنے مد مقابل کو غیظ و غضب دلائیں گے اور عداوت برپا کریں گے۔

علمی تعاقب کیسے کیا جائے؟

☐ جب آپ کسی زبانی مسئلے یا کسی تحریری بات کا تعاقب کرنا چاہیں تو جب تک اس کا غلط ہونا قطعی دلیل کے ذریعے اچھی طرح واضح نہ ہو جائے، غصے کے ذریعے اس کا

سامنا نہ کریں، یہ انداز باہمی مقابلے کا باعث بنتا ہے۔ اسی طرح جب تک آپ قطعی دلیل کے ذریعے اس کا صحیح ہونا معلوم نہیں کر لیتے اسے مستحسن قرار دیتے ہوئے تصدیق کنندہ کی طرح مخاطب کی طرف متوجہ نہ ہوں، ان دونوں صورتوں میں آپ اپنے اوپر ظلم کریں گے اور حقیقت کے ادراک سے دور رہیں گے۔

☐ مخاطب کی طرف مخالفت اور موافقت دونوں سے خالی ذہن ہو کر اس کی طرح متوجہ ہوں جیسے کوئی شخص شنیدہ و دیدہ چیز کو سمجھنے اور علمی اضافے کے لئے متوجہ ہوتا ہے، اگر وہ چیز اچھی ہو تو قبول کر لیتا ہے وگرنہ اسے خاطر میں نہیں لاتا۔ ایسا کرنے سے آپ یقیناً بہت زیادہ ثواب، از حد تعریف اور اللہ تعالی کے فضل و مہربانی سے بہرہ ور ہوں گے۔

حقیقی دولت مندی

☐ جو شخص آپ کی زیادہ چیز سے اپنی معمولی چیز کے ذریعے بے نیاز رہتا ہے وہ دولت مندی میں آپ کے برابر ہے خواہ آپ کے پاس قارون کا خزانہ ہی کیوں نہ ہو۔

☐ جب وہ ایسی چیز سے اپنے آپ کو بچاتا ہے جس کے آپ حریص اور لالچی ہیں تو وہ آپ سے کئی درجے دولت مند ہو جاتا ہے۔

☐ جو شخص ان دنیاوی چیزوں سے اپنے آپ کو بالاتر رکھتا ہے جن کی خاطر آپ مارے مارے پھرتے ہیں وہ آپ سے کئی گنا معزز ہے۔

تبلیغ دین کیسے؟

☐ نیکی کی بات سیکھنا اور اس پر عمل پیرا ہونا لوگوں پر فرض ہے۔ جس شخص میں یہ دونوں باتیں پائی جائیں وہ بیک وقت دونوں خوبیوں سے متصف ہے۔

☐ جو شخص دوسروں کو نیک بات بتائے اور خود اس پر عمل پیرا نہ ہو وہ دوسروں کو تعلیم دے کر نیکی اور خود تارک عمل ہو کر گناہ کرتا ہے۔ وہ نیکی اور برائی ملا جلا کر رہا ہوتا ہے لیکن وہ اس تیسرے شخص سے بہتر ہے جو نہ تو نیکی کی تعلیم دے اور نہ خود اس پر عمل پیرا ہو۔

☐ تیسرا شخص جس میں نیکی کا کوئی پہلو نہیں پایا جاتا اس شخص سے بہتر اور کم قابل مذمت ہے جو نیک کام کرنے سے منع کرے اور اس کے سامنے رکاوٹ ہو۔

☐ اگر ضابطہ یہ ہوتا کہ برائی سے صرف وہی آدمی روکے جس میں کسی قسم کی کوئی برائی نہ ہو اور نیکی کا وہی سبق دے جو تمام نیک کام سرانجام دیتا ہو تو نبی کریم ﷺ کے بعد نہ کوئی شخص برائی سے روکتا اور نہ نیکی کرنے کو کہتا۔ جس شخص کا نظریہ اس حد تک پہنچا دے اس کی بدمزاجی، فطرتی کجی اور غلطی فکر کا اندازہ خود ہی لگا لیں۔ توفیق اللہ تعالی ہی کے اختیار میں ہے۔

ایک اعتراض اور اس کا جواب

اعتراض

اس موقع پر کچھ لوگ اعتراض کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ ”حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ جب کسی کام سے روکتے تو اس کے نزدیک تک نہ جاتے اور جب کوئی اچھا کام کرنے کو کہتے تو اس پر سختی سے عمل پیرا ہوتے“ اور دانش مندی کا تقاضا بھی یہی ہے۔ اسی طرح یہ بات بھی عام ہے کہ ”عالم کی سب سے بڑی خامی یہ ہے کہ وہ لوگوں کو نیکی کرنے کو کہے اور خود اسے نہ کرے یا کسی برائی سے منع کرے اور خود اس کا مرتکب ہو“۔

جواب

یہ بات درست نہیں ہے، اس سے برا شخص وہ ہے جو نہ نیکی کرنے کو کہے اور نہ برائی سے روکے، بلکہ اس کے ساتھ ساتھ خود برائی کرے اور نیکی کے نزدیک نہ جائے۔

ابوالاسود دؤلی رحمۃ اللہ علیہ نے اس سلسلہ میں یہ اشعار کہے ہیں:

لَا تَنْهَ عَنْ خُلُقٍ وَ تَأْتِيَ مِثْلَهُ
جو کام آپ خود کرتے ہیں اس سے دوسروں کو نہ روکیں

عَــارٌ عَــلَيْكَ إِذَا فَــعَــلْــتَ عَـظِيْـمُ
ایسا کرنا آپ کے لئے باعث عار ہے
وَابْــدَءْ بِــنَـفْسِكَ فَـانْهَهَـا عَـنْ غَيِّهَـا
پہلے خود کو تبلیغ کریں اپنے دل کو کج روی سے روکیں
فَـإِذَا انْتَهَيْـتَ عَـنْـهُ فَـأَنْـتَ حَـكِيْـمُ
اگر وہ اس سے باز آ جائے تو آپ دانا ہیں
فَهُـنَــاكَ إِنْ وَّعَـظْـتَ وَ يُـقْـتَـدَى
اس کے بعد آپ کی تبلیغ قابل اقتدا
بِــالْـعِـلْـمِ فِيْكَ وَ يَـنْـفَـعُ التَّـعْلِيْـمُ
اور آپ کی تعلیم نفع مند ہو گی

ابوالاسود رحمۃ اللہ علیہ کا مقصد یہ ہے کہ آدمی جس کام سے لوگوں کو منع کرتا ہو اسے خود کرنا بری بات ہے اور لوگوں کو کسی کام سے روکتے ہوئے اس کا مرتکب ہونا اس کی قباحت میں کئی گنا اضافہ کر دیتا ہے۔ ان کی یہ بات بہت ہی خوب ہے۔

باری تعالی نے بھی ارشاد فرمایا ہے:

﴿ اَتَأْمُرُوْنَ النَّاسَ بِالْبِرِّ وَ تَنْسَوْنَ اَنْفُسَكُمْ ﴾ [البقرة:٤٤]

”کیا تم لوگوں کو نیکی کرنے کا کہتے ہو اور خود کو فراموش کر بیٹھتے ہو“۔

امید ہے کہ ابوالاسود رحمۃ اللہ علیہ نے یہی مراد لیا ہوگا۔

اگر کوئی شخص یہ کہے کہ ان کی مراد یہ ہے کہ بری عادت سے لوگوں کو منع نہ کیا جائے تو ہم انہیں ایسی بات کہنے سے بالاتر سمجھتے ہیں۔ یہ تو ایسے شخص کا کام ہے جو نیکی سے بالکل فارغ ہو۔

صحیح روایت کے مطابق حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق بیان کیا جاتا ہے کہ

انہوں نے ایک شخص کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ "برائی سے روکنا اسی شخص پر فرض ہے جو خود اس کا مرتکب نہ ہو" یہ سن کر وہ فرمانے لگے "شیطان بھی ہم سے یہی چاہتا ہے، تاکہ کوئی شخص نہ تو برائی سے روکے اور نہ نیک کام کرنے کو کہے" حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ نے بالکل درست فرمایا ہے اور ہم نے بھی یہی بات ابھی ذکر کی ہے، اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں ایسے لوگوں میں شامل کر دے جو نیکی کی توفیق سے بہرہ ور اور رشد و ہدایت سے شناسا ہوں۔ ہر شخص میں ایسی خامیاں موجود ہیں کہ اگر وہ انہیں ملحوظ رکھے تو اسے دوسروں سے متعلق بات کرنے کا موقع ہی نہ ملے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اپنے پیارے نبی حضرت محمد ﷺ کی سنت پر عمل کرتے ہوئے اس دنیا سے رخصت کرے۔ آمین یا رب العلمین۔

الحمد للہ امام ابن حزم رحمۃ اللہ علیہ کی گراں قدر تصنیف "الاخلاق والسیر فی مداواۃ النفوس" کے اردو ترجمہ کی عاجزانہ خدمت آج مورخہ ۲۶-۴-۲۰۰۳ بروز سوموار، عشا کے وقت تکمیل پذیر ہوئی، اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ اس معمولی کاوش کو قبول فرما کر میرے لیے اور اس کام میں معاون احباب کے لئے ذخیرہ آخرت بنائے۔

ع و یرحم اللہ عبدا قال آمیناً

و آخر دعوانا أن الحمد للہ رب العلمین، و صلی اللہ تعالی علی نبیہ محمد و آلہ صحبہ اجمعین و من تبعھم بإحسان إلی یوم الدین۔

عنوان اخلاق اسلامی

عبدالرحمٰن یوسف

المکتبۃ الرحمانیۃ
13822

ہماری دعوت

۱ قرآن مجید اور رسول اللہ ﷺ کی صحیح سنت کی طرف رجوع اور سلف صالحین کے راستے پر چلتے ہوئے قرآن وسنت کو سمجھنا اور ان پر عمل پیرا ہونا۔

۲ مسلمان کو ان کے دین حق سے آشنا کرانا انہیں دین کے ارشادات اور احکامات پر عمل کرنے کی طرف بلانا نیز ان مسائل وآداب سے آراستہ ہونے کی طرف دعوت دینا جو ان کے لیے رضائے الٰہی کی ضمانت دیتے ہیں اور ان کی خوش نصیبی اور عزت وعظمت کو یقینی بناتے ہیں۔

۳ مسلمانوں کو شرک کی تمام شکلوں سے ڈرانا نیز ان بدعات، بیرونی نظریات وتصورات اور منکر وموضوع احادیث سے انہیں خبردار کرنا جن سے دین اسلام کا جمال بگڑ کر رہ گیا ہے اور مسلمانوں کی ترقی وپیش قدمی رک گئی ہے۔

۴ اسلامی قوانین کی حدود میں رہتے ہوئے آزاد اسلامی سوچ کو زندہ کرنا، اسے فعال اور متحرک بنانا نیز اس بے حسی، کاہلی اور تعطل کو ختم کرنا جس نے بہت سارے مسلمانوں کی عقلوں کو زنگ آلود کر دیا ہے اور انہیں اسلام کے صاف وشفاف چشمے سے دور کر دیا ہے۔

۵ اسلامی زندگی کی تجدید، اسلامی معاشرے کی تعمیر اور زمین میں اللہ تعالیٰ کی حکومت کے عملی نفاذ کے لیے جدوجہد۔

اب

یہی ہماری دعوت ہے اور ہم تمام مسلمانوں کو اس امانت کے اٹھانے اور اسے ادا کرنے میں اپ تائید وتقویت کی طرف بلاتے ہیں۔ اس طرح وہ خود بھی ان شاء اللہ تعالیٰ ترقی سے ہمکنار ہوں گے او اسلام کے عالمگیر مشن کی نشر واشاعت بھی ہوگی۔